عطائے رسول، سلطان الہند، خواجہ خواجگان، خواجہ غریب نواز سیدنا حضرت معین الدین چشتی سنجری اجمیری قدس سرہٗ العزیز کے فضائل و کمالات، کشف و کرامات اور فیوض و برکات سے روشناس ہونے کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلی قدس سرہٗ کی زبان فیض ترجمان سے صادر ہوئے کلمات اور ان کی دربار خواجہ میں حاضری کو اس تحقیقی مقالے میں ملاحظہ کیجیے۔ مسمّیٰ بہ

ثنائے حضرت خواجہ
بزبان امام احمد رضا

مرتب
محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی
مدرسہ فیض العلوم دھتکیڈیہہ، جمشید پور

باہتمام
المجمع القادری، فیض العلوم
دھتکیڈیہہ، پوسٹ بلٹو پور، جمشید پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عطائے رسول، سلطان الہند، خواجۂ خواجگان، غریب نواز سیدنا حضرت معین الدین حسن سنجری اجمیری قدس سرہٗ العزیز کے فضائل وکمالات، کشف وکرامات اور فیوض وبرکات سے روشناس ہونے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی زبان فیض ترجمان سے صادر ہوئے کلمات اور ان کی دربار خواجہ میں حاضری کو اس تحقیقی مقالے میں ملاحظہ کیجئے۔ مسمّٰی بہ

ثنائے حضرت خواجہ بزبان امام احمد رضا

— مرتب —

محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی

مدرسہ فیض العلوم دھتکیڈیہہ، جمشید پور

باہتمام

المجمع القادری، فیض العلوم دھتکیڈیہہ، پوسٹ لسٹوپور، جمشید پور

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

نام کتاب : ثنائے حضرت خواجہ بزبان امام احمد رضا

مرتب : محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی ابن الحاج مولانا محمد یونس صدیقی قادری رضوی حامدی مرحوم

نظر ثانی : مولانا نصیر احمد قادری صاحب (استاذ مدرسہ فیض العلوم جمشید پور)

کمپوزنگ : محمد شمشیر عالم مصباحی، گولموری، جمشید پور Mob,9973509670

ناشر : المجمع القادری، مدرسہ فیض العلوم دھتکیڈیہہ جمشید پور 835553380

ایڈیشن : دوسرا

طباعت : ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۵ء

صفحات : ۱۲۰

ہدیہ : ۷۰/روپئے

ملنے کے پتے

(۱) جماعت رضائے مصطفی، درزی محلہ، ڈورنڈا، رانچی (جھارکھنڈ)

(۲) المجمع القادری، مدرسہ فیض العلوم دھتکیڈیہہ جمشید پور۔

(۳) مکتبہ جامِ نور، ۴۲۲۔ مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی

فہرست مضامین

انتساب

راقم السطور اپنی اس کاوش کو ان تمام اولیائے کرام، علمائے عظام اور عامۃ المسلمین کی طرف منسوب کرتا ہے جو غوث اعظم محی الدین سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانی، خواجۂ خواجگان سرکار غریب نواز سیدنا معین الدین حسن سنجری، مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی اور سرکار مفتی اعظم سیدی مصطفیٰ رضا خاں بریلوی قدست اسرارھم سے محبت کرنے والے، ان سے نسبت خاص رکھنے والے اور ان کے خوب قدر داں ہیں۔

محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی

مدرسہ فیض العلوم دھتکیڈیہہ، جمشید پور

۱۷/ ربیع الجیلانی ۱۴۳۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہدیۂ تشکر

اللہ عزوجل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شکرادا کرنے کے بعد ہم اپنے تمام احباب کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں، جن کا اس رسالہ کی نظرِ ثانی، پروف ریڈنگ اوراس کی اشاعت میں تعاون رہا ہے، خصوصاً درج ذیل حضرات کا۔

(۱) جناب **نیاز انصاری عزیزی** صاحب ولد جناب **عمر علی عزیزی صاحب**، مقام وپوسٹ چوڑا، ضلع سرائے کیلا، کھرساواں (جھارکھنڈ)

(۲) الحاج **عبدالرؤف صاحب** گولموری، جمشید پور

اللہ تبارک وتعالیٰ فقیر قادری اور ان سب حضرات کی نیکیاں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل قبول فرمائے اور **جناب نیاز انصاری عزیزی**، ان کے والدین **عمر علی عزیزی صاحب** اور **کمیلہ بی بی صاحبہ** کو سعادت دارین عطا فرمائے اوران کے دادا دادی مرحوم بودھو مومن اور مرحومہ سکینہ بی بی کی مغفرت فرما کرانہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

تقریظِ جلیل

از قلم :۔ مناظر اہلسنت حضرت مفتی عبد المنان صاحب کلیمی مصباحی
مہتمم جامعہ اکرم العلوم سنبھل، مراد آباد (یو پی) وسربراہِ اعلیٰ مجلسِ علمائے ہند

کچھ نا عاقبت اندیشوں اور سطحی معلومات رکھنے والے حاسدوں کی جانب سے سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ افواہ پھیلانے کی ناکام کوشش کی گئی کہ آپ کو سیدنا حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی عقیدت و محبت نہیں تھی، نہ آپ نے کبھی بارگاہِ سیدنا حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان ورفعت میں کچھ تحریر فرمایا ہے۔

اس غلط اور خلافِ واقعہ پروپیگنڈا کے جواب میں جماعتِ اہلسنت کی جانب سے کئی ایک مضامین اور مختصر کتابچے منظر عام پر آئے، لیکن ارباب علم وتحقیق اس امر کی شدت کے ساتھ ضرورت محسوس کر رہے تھے کہ تصنیفاتِ رضا کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے اور اس پروپیگنڈہ کا تفصیل کے ساتھ دندان شکن جواب دیا جائے۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ! اس فرضِ کفایہ کی ادائیگی کا سہرا عزیز گرامی قدر حضرت علامہ مفتی محمد عابد حسین صاحب قادری نوری مصباحی اطال اللہ عمرہ مفتیٔ اعظم صوبۂ جھارکھنڈ کے حصہ میں آیا اور موصوف نے زبردست تلاش و

جستجو کے بعد اس موضوع سے متعلق بہت سارے علمی و تاریخی شہہ پاروں کو اکٹھا کیا اور "ثناءِ خواجہ بزبان امام احمد رضا" کے نام سے ان شہہ پاروں کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

مصنف موصوف میرے وہ تلمیذِ ارشد ہیں جن پر میں فخر کرتا ہوں اور ان کے وجودِ مسعود اور ان کے دینی و علمی، تدریسی و فقہی اور تصنیفی خدمات جلیلہ کو اپنے لئے سعادتِ اخروی سمجھتا ہوں۔

فقیر راقم السطور نے حالیہ سفر کے موقع سے رسالہ عالیہ ھٰذا کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور تحقیقی و تاریخی شواہد کی روشنی میں اس رسالہ کا تنقیدی جائزہ لیا تو میں اس نتیجہ تک پہنچے بغیر نہیں رہا کہ یہ رسالہ اپنے گرانقدر موضوع پر اگرچہ مختصر ہے لیکن مضامین و معانی کے لحاظ سے نہایت مکمل اور جامع ہے۔

فقیر راقم السطور اس رسالہ نابغہ و نافعہ کی ترتیب پر فاضل موصوف کو صمیم قلب سے مبارکباد کہتا ہے اور ان کی اور ان کے اہل و عشیرت کی صحت و سلامتی اور خیر و برکت کے لئے دعا کرتا ہے۔

سچ فرمایا مخدومی حضرت عبدالمصطفےٰ اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ممدوح مکرم حضرت علامہ قاضی محبوب صاحب نقشبندی مجددی امروہوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہ جب نقشبندی بگڑتا ہے تو وہ وہابی ہوتا ہے اور جب چشتی بگڑتا ہے تو وہ رافضی ہوتا ہے۔

میرے خیال میں سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں سیدنا حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق سے جنھوں نے یہ واویلا مچایا ہے وہ اسی طرح بگڑے ہوئے چشتی ہیں جن کا میں نے حضرت قاضی صاحب کے حوالے سے ذکر کیا۔

ان چشتیوں کو تاریخی و تحقیقی حقائق و معارف کی روشنی میں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ سیدنا حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ان بگڑے ہوئے ناعاقبت اندیش چشتیوں کی کوئی اجارہ داری نہیں ہے بلکہ وہ سوادِ اعظم یعنی جماعت اہلسنت کی وہ عظیم الشان امانت عالیہ اور رشد و ہدایت کا گرانقدر سرمایہ ہیں جن پر جماعت اہلسنت ہمیشہ فخر کرتی ہے، اور تا قیامت فخر کرتی رہے گی۔

دعا ہے کہ رب کریم اپنے محبوب حضور اقدس ﷺ اور جملہ اصحاب و اہل بیت اور آلِ اطہار خاص طور پر سلطان الہند عطائے رسول حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقہ و طفیل اس معلوماتی رسالہ کو قبول فرمائے اور مولانا موصوف سے زیادہ سے زیادہ اسلام و سنیت کی خدمات لے۔ آمین ثم آمین وما توفیقی الا باللہ۔

فقیر ابو الضیاء محمد عبد المنان کلیمی عفی عنہ

وارِدِ حال جمشید پور ۲۴؍ جون ۲۰۱۳ء

﴿تقریظ جلیل﴾

ازقلم:۔ ادیب شہیر، مصنف کتب کثیرہ، استاذ العلما حضرت علامہ مولانا محمد عاصم اعظمی صاحب استاذ دار العلوم شمس العلوم گھوسی، ضلع مئو، (یوپی)

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

علمائے حق کو طنز و تعریض کا نشانہ بنانا اور ان پر بے بنیاد الزام عائد کرنا جہالت زدہ، حقائق سے بے خبر انسانوں کا وتیرہ رہا ہے، ان کے ناشائستہ، بے بنیاد حملوں کا نشانہ علمائے حق اور صالحینِ امت بنتے رہے ہیں۔ باطل پرستوں کے ایسے مذموم، ناپاک حملوں کا ہدف مجددِ دین وملت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی برگزیدہ ومقدس ذات والا صفات بھی بنتی رہی۔ طعن وتعریض کے نشتر اور بے بنیاد الزامات کے تیروں کا رخ امام احمد رضا کی طرف ہمیشہ رہا، اہل حق نے ان کے دفاع کی ہر دور میں کوشش کی اور مقدس امام کے گرد اڑائی جانے والی خاک کو ہر دور میں صاف کیا اور معترضین کے اعتراضات کا دندانِ شکن جواب دیا۔

اعلی حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے خلاف کچھ ناعاقبت اندیشوں نے یہ شگوفہ کھلایا اور بزعم خویش یہ بے اصل بات کہنی شروع کردی کہ مولانا احمد رضا خاں نے عطائے رسول سلطان الہند خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کی شان اقدس میں کوئی منقبت نظم نہیں کی، نہ ان کی بارگاہ میں خراجِ

عقیدت وارادت پیش کیا۔ معاندین نے رضویات کا مطالعہ کیے بغیر طوفان بد تمیزی برپا کیا اور اپنے علم و پندار کے نشہ میں یہ بے بنیاد بات گڑھ لی اور اس کی تشہیر زور و شور سے شروع کر دی، اس طرح اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی ذات گرامی کو جاہلوں کی بدزبانی اور ملامت کا ہدف بنانے کی ناپاک کوشش کر ڈالی۔

عزیز گرامی حضرت علامہ مفتی عابد حسین صاحب مصباحی شیخ الحدیث دارالعلوم فیض العلوم جمشید پور (جھارکھنڈ) نے معاندین کے اس ناروا الزام کی تردید کیلیے قلم اٹھایا۔ بڑی سنجیدگی کے ساتھ رضویات کی روشنی میں دامنِ امام احمد رضا کو بے غبار ثابت کیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تحریروں اور ان کے واقعات و حالات سے یہ حقیقت واشگاف کر دی، کہ سرکار اعلیٰ حضرت کو جس طرح سلسلۂ قادریہ کے مشائخ سے ارادت و عقیدت تھی، ویسی ہی عقیدت و محبت خواجگانِ چشت بالخصوص حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان سے بھی تھی۔ اور آپ خواجۂ خواجگان کی عظمتِ ولایت، تصرف و کرامت اور ان کی روحانیت کے قائل اور معترف بھی تھے۔ نظم میں کسی منقبت کا پایا نہ جانا، حضرتِ خواجہ کی شان میں مدح وستائش کی نفی نہیں کرتا، مولانا موصوف نے معتبر حوالوں سے اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی نعت ومنقبت کا بہت بڑا سرمایہ دست بردِ زمانہ سے ضائع ہو گیا، ممکن ہے کہ اسی سرمایۂ نعت ومنقبت میں ثنائے خواجہ بھی تھی جو اب معدوم ہو گئی۔

امام احمد رضا جن کے قلم کی توانائی ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

کے تحفظ، اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے رشتۂ ارادت کو مستحکم کرنے میں صرف ہوئی۔ یہ امر ناممکنات میں سے ہے، کہ اعلی حضرت سلطان الہند کو فراموش کردیں جن کی ولایت وروحانیت سے پورا ہندستان روشن ومنور ہوا، جن کے دم قدم سے ظلمت کدۂ ہند میں ایمان ویقین کی بہار آئی۔

عزیز گرامی نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ حقائق کی نقاب کشائی فرمائی ہے، یہ کتاب موصوف کی وسیع معلومات، دقت نظر، فکر رسا اور محبت رضا کی غماز ہے اور مدلسین کی خیانت اور فریب کا پردہ چاک کر کے صداقتوں کو طشت از بام کرتی ہے۔

مولانا موصوف کا اندازِ تحریر پروقار عالمانہ ہے۔ دلائل کو بڑی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ زبان سادہ وشستہ ہے۔ کہیں کہیں ادبی استعاروں سے بھی کام لیا گیا ہے۔ ایک مقام پر انگریزوں کی مسیحی مشنری کی ناکامی ان الفاظ میں بیان کی:

"مذہب کی بوئی ہوئی ان کی ساری سفید کپاس جل گئی"

دعا ہے کہ خداوند قدوس اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور خواجۂ خواجگان علیہ الرحمۃ کے صدقے اور طفیل مفتی صاحب موصوف کی قلمی کاوش کو قبول فرمائے اور مزید علمی وتحقیقی کاموں کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

محمد عاصم اعظمی

۱۶/ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ بمطابق ۲/۱۰/۲۰۱۵ء

تأثر گرامی

از قلم: حضرت مولانا مفتی مجیب الرحمٰن رضوی مصباحی، رائے پور (چھتیس گڑھ)

سرزمین ہند میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کیلئے لاکھوں مشائخ، علماء اور صوفیاء نے نمایاں خدمات اور کارنامے انجام دیئے ہیں، ان کے وجودِ مسعود کی برکتوں نے لوگوں کو متاثر کیا اور ظلمت کدۂ شرک کو حق وصداقت، توحید ورسالت کے نور سے منور کیا، ان ستودہ صفات روحانی ہستیوں میں سب سے زیادہ روشن نام شیخ المشائخ خواجۂ خواجگان، سلطان الہند، عطائے رسول، امام اربابِ طریقت، پیشوائے اصحابِ حقیقت، معین حق وملت حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، آپ کا نقش دوام اسلامیانِ ہند کے دلوں پر آج تک ثبت ہے اور آپ کا تذکرہ تاریخِ ہند کی مقدس امانت بن چکا ہندوستان کے عظیم کشور کشا تاجداروں کی حکمرانی اور رعب ودبدبہ کا دور ختم ہو چکا ہے مگر ہند کے راجہ حضرتِ خواجہ کی روحانی عظمت وسطوت کی حکمرانی آج بھی قائم ہے۔

تقریباً آٹھ سو سال کا عرصہ گزر گیا، بے شمار انقلابات رونما ہوئے، ہزاروں تاجدار آتے جاتے رہے مگر اجمیر مقدس کی سرزمین پر آسودۂ خواب تاجدار کی شوکت واقتدار اور محبوبیت ومقبولیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اصحابِ

اقتدار، فاقہ مست درویش سب کی جبینِ نیاز خواجہ کے آستانے پر جھکتی رہی اور بلا تفریقِ مذہب وملت ہر ایک کے دل میں حضرت خواجہ کی عقیدت ومحبت کا چراغ جلتا رہا، حالات کی تیز وتند آندھیوں میں یہ چراغ گل کیا ہوتا، اس کی لو بھی مدھم نہ پڑی، حضرت خواجہ کی درگاہ کل بھی منبع فیوض وبرکات تھی اور آج بھی قبلۂ حاجات ہے، وہاں پہونچ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کرم گستر، رعایا پرور سلطان کا فیض رساں دربار سجا ہوا ہے، جہاں خلقت کا ایک ہجوم ہر وقت اپنی مرادیں لے کر حاضر رہتا ہے، یہی وہ حقیقت ہے کہ یہاں آ کر شاہ وگدا اور امیر وفقیر ایک ہو جاتے ہیں، اپنے اور بیگانے کی تفریق مٹ جاتی ہے، ہر ایک زبان ثنائے حضرت خواجہ سے تر ہو جاتی ہے، سلاطین وقت ہوں یا صوفیائے طریقت، اولیاءِ امت ہوں یا علمائے ملت سب نے اپنے اپنے انداز میں اپنی اپنی بساط کے مطابق حقِ ثنا خوانی ادا کرنے کیلئے زبان وقلم کو جنبش دیا اور اوصاف وکمالاتِ حضرت خواجہ بیان کئے، اس مقام پر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ثنائے حضرت خواجہ سے زبان امام احمد رضا خاموش ہو، جن کی زندگی کی ہر ہر ادا سے مدحتِ انبیاءِ کرام واولیاءِ عظام عیاں ہے، جن کی زبان وبیان کو یہ شرف وسند حاصل ہے کہ

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

آج کل کچھ کوتاہ نظر، تعصب وتعنت اور بغض وحسد کے شکار، بظاہر حضرتِ خواجہ کے وفادار، درحقیقت مسلک خواجہ ورضا کے غدار اور خدا کے قہر و

غضب کے حقدار، یہ شور مچاتے پھر رہے ہیں کہ مجدد اعظم، امام اہلسنت، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضرتِ خواجہ غریب نواز (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی عظمت و رفعت کے خطبے نہیں پڑھے، آپ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان نہیں ہوئے، یہ الزام کہاں تک سچ ہے؟ زیرِ نظر کتاب مسمیٰ بہ "ثنائے حضرتِ خواجہ بزبانِ امام احمد رضا" کا ورق الٹیۓ! اور حق و انصاف کی نظر سے کتاب کو پڑھیئے، شکوک وشبہات کا ازالہ کیجئے، اپنے سینے کو معلومات کا خزانہ بنایئے اور معاندین ومخالفین حضرتِ خواجہ ورضا کو دندان شکن جواب دینے کیلئے تیار ہو جایئے، نیز فاضل مرتب عمدۃ العلماء، زبدۃ الاصفیاء، نقیب الاولیاء، خلیفۂ حضرت محدث کبیر وحضور تاج الشریعہ وحضور امین شریعت حضرت علامہ مفتی محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی مدظلہ العالی کو داد و تحسین اور مخصوص دعاؤں سے نوازیئے، جنہوں نے عاشقانِ خواجہ ورضا کی طرف سے اسے ترتیب دیکر آنکھوں کو نور، دلوں کو سرور بخشا اور احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ انجام دیا ہے، موصوف تقریباً ۲۷ رسال سے جامعہ فیض العلوم جمشید پور کے ممتاز مدرس، قابل قدر شیخ الحدیث، نقاد مفتی، اور نباض قاضیٔ ریاست جھارکھنڈ، شاندار خطیب وادیب اور کامیاب مصنف ہیں، آنجناب کو اللہ تعالیٰ نے عجیب وغریب صلاحیتوں کا مالک بنایا ہے، جب آپ کے درس وتدریس کی مصروفیت ومشغولیت دیکھی جاتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کے سوا آپ کا کوئی دوسرا مشغلہ ہی نہیں ہے، سندِ افتاء وقضا پر فائز ہوتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ

صرف یہی آپ کا کام ہے، جلسہ گاہ میں کرسی خطابت پر جلوہ بار ہوتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آپ کی صنعت وحرفت ہے، اور جب تصنیف وتالیف کیلئے قلم اٹھاتے ہیں تو یہ یقین ہوتا ہے کہ بحر تحقیق وتدقیق کے غواص ہیں، جو تہہ بہ تہہ حق وصداقت کے موتیاں جمع کرنے میں سارا وقت صرف کرر ہے ہیں جب کہ اس کے علاوہ تنظیمی وتحریکی کام، طالبانِ علومِ نبویہ کی تربیت واصلاح، ادارے کی اقتصادی بہتری کیلئے رابطۂ عامہ کا کام، مزید براں عبادات، اوراد و وظائف اور معمولات بھی ان کے وقتوں پرادا ہور ہے ہیں، بس آپ کی ذات کو ایک جملہ میں سمجھ لیا جائے کہ ایک ذات بہت ساری صلاحیتوں کی انجمن ہے، اور ''ایں سعادت بہ زور باز ونیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ'' کے آپ مصداق اعلیٰ ہیں، اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کتاب کو بھی دیگر تصنیفات کی طرح شرف قبولیت سے مشرف فرمائے اور آپ کے علم وعمل اور تصنیفی خدمات میں خوب سے خوب تر برکتیں عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فقیر محمد مجیب الرحمٰن قادری، مصباحی

بانی وصدر مدرسہ فیضانِ غوث الوریٰ اڑیسہ، ومدرسہ اہلسنت فیضانِ اسلام گڈا، جھارکھنڈ

خادم الامامۃ مسجد غریب نواز، سنجے نگر، رائے پور، چھتیس گڑھ،

۲۱/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ بمطابق

۳/اپریل ۲۰۱۳ء بروز بدھ

تبصرہ

ازقلم: جناب حافظ محمد جاوید حسین مصباحی صاحب
خطیب وامام مسجد چشتیہ، درزی محلہ، ڈورنڈا، رانچی (جھارکھنڈ)

اچھے کو برا، صحیح کو غلط اور سچ کو جھوٹ ثابت کرنے کیلئے کچھ لوگ ہمہ تن مصروف عمل رہتے ہیں، لیکن ہزار کوششوں کے باوجود صداقت کا پرچم ہمیشہ بلند ہی رہتا ہے، امام احمد رضا علیہ الرحمہ اور خانوادۂ بریلی شریف کی علمی، دینی اور ملی خدمات سے ہندو پاک اور عالم اسلام کا کون خوش عقیدہ شخص ہے جو واقف نہیں، بیگانے بھی اعتراف حقیقت پر مجبور ہیں، لیکن اس کے باوجود بعض ابنائے وقت اپنی شہرت کے کھوٹے سکّے کو رائج الوقت کا مقام دینے کیلئے عوام الناس کو یہ باور کرانے کی کوشش کررہے ہیں کہ اہلِ بریلی نے کوئی ایسا کارنامہ انجام نہیں دیا ہے کہ انہیں امتیازی شان کا مستحق سمجھا جائے، آج بعض نام نہاد مقررین اور بازاری مصنفین کی زبان وقلم سے منتقل ہوکر عوام الناس میں بھی اب یہ چرچا ہونے لگا ہے کہ جلسوں اور کانفرنسوں میں مسلکِ اعلیٰحضرت کا نعرہ لگانا ضروری نہیں بلکہ مسلکِ غریب نواز کا نعرہ لگنا چاہیئے، سوال یہ ہے کہ کون کہتا ہے کہ مسلکِ غریب نواز کا نعرہ نہیں لگنا چاہیئے، ضرور یہ نعرہ بھی شامل ہونا چاہیئے مگر ان کا مقصد مسلکِ غریب نواز کے نعرے کو فروغ دینا نہیں ہے بلکہ اعلیٰ حضرت سے بغض وحسد کی آگ میں جل بھن کر پس پردہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے نعرے کو بند کرنا ہے۔

یہ حضرات کم پڑھے لکھے لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے کبھی کبھی یہ سوال بھی اٹھاتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے سلطان الہند غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کوئی تعریفی کلمہ نہیں لکھا ہے۔ جبکہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوب ثنا خوانی کی ہے گویا حضور غریب نواز سے وہ بغض رکھتے تھے (العیاذ باللہ) کوئی یوں کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے دربارِ خواجہ میں حاضری بھی نہ دی۔۔ اس قسم کی چلائی ہوئی مسموم ہوائیں ملک بھر میں جماعت اہلسنت کو دیمک کی طرح چاٹ کر کھوکھلا کر رہی ہیں اور اغیار کی قوت مضبوط ہوتی چلی جارہی ہے، انہیں وجوہات کے سبب ناچیز نے محسوس کیا کہ کاش کوئی ایسا رسالہ منصۂ شہود میں آتا جو حضور غریب نواز علیہ الرحمہ سے امام احمد رضا کے عشق و عقیدت کو ظاہر کرنے والا ہو۔

بحمدہٖ تعالیٰ میری گزارش کو ادارۂ شرعیہ جھارکھنڈ کے صدر قاضی، خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی عابد حسین صاحب قادری، رضوی، نوری، مصباحی، مدرسہ فیض العلوم جمشید پور نے شرف قبولیت سے نوازا اور زیر نظر مضمون زینت قرطاس فرما کر لوگوں کی معلومات میں اضافہ کیا، بلا شبہ یہ حضور غریب نواز علیہ الرحمہ کا روحانی فیض ہے۔

مفتی صاحب موصوف نے اس کتاب میں موضوع سے متعلق دلائل و شواہد کا انبار لگا دیا ہے اور نہایت سنجیدگی اور سلیقے کے ساتھ یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جہاں سیدنا امام حسن، سیدنا امام حسین اور سیدنا

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے عاشق وشیدائی اور مدح خواں تھے وہیں عطائے رسول، گلشنِ زہرا کے مہکتے پھول حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور دیگر آل رسول ﷺ بلکہ تمام اولیاء اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے عاشق صادق اور زمزمہ خواں ہیں اور انہوں نے صرف ان کی تعریف وتوصیف ہی نہ کی بلکہ موقع نکال کر ان کی بارگاہوں میں حاضری بھی دی ہے، ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے، اوراق الٹیے اور حقائق کے انوار ساطعہ سے اپنے سینے کو منور کیجئے،

محمد جاوید حسین مصباحی

خطیب وامام مسجد چشتیہ، درزی محلّہ، ڈورنڈا، رانچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغازِ سخن

جمہور مسلمین کے راستے اور طریقے کو چھوڑ کر الگ راستہ اختیار کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہر دور میں معدودے چند افراد ایسے ضرور رہے ہیں جو جمہور مسلمین سے ہٹ کر اپنا الگ نظریہ قائم کرتے رہے اور اولیاء اللہ اور علمائے دین سے بغض وحسد اور عداوت رکھتے رہے ہیں، اس دور پرفتن میں بھی انگلی پر گنے جانے والے چند اشخاص ملتے ہیں، جو اللہ کے ولیوں اور رسول ﷺ کے وارثین علماء ملت اسلامیہ سے دشمنی اور بغض وحسد رکھتے ہیں، کوئی رہبرِ امتِ محمدیہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہتا ہے تو کوئی پیرانِ پیر سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کینہ رکھتا ہے، کوئی خواجۂ خواجگان حضور غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، تو کوئی بارہویں صدی ہجری کے مجدد سلطان اورنگ زیب علیہ الرحمہ سے، کوئی مجاہد جنگ آزادی استاذ مطلق علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمۃ سے عداوت رکھتا ہے، تو کوئی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے، مگر تاریخ گواہ ہے کہ ان اولیائے کرام اور علمائے عظام سے نفرت کرنے والے خود ہی خائب وخاسر ہو گئے۔

یہ حقیقت ہے کہ چاند پر تھوکنے والا خود اپنے چہرے کو تھوک سے آلودہ

کر لیتا ہے، امام احمد رضا جو مقرب ولی اللہ اور وارث رسول اللہ تھے، جو وقت کے مفسر اعظم، محدث اعظم اور فقیہ اعظم تھے، جنھوں نے علم و عمل، زہد و ورع سے مزین ہو کر دین و ملت کی خوب خدمت کی حتّٰی کہ خون کا آخری قطرہ نچوڑ کر رکھ دیا، اسی لئے اکابر علماء و مشائخ بلکہ تمام اہلسنت نے انھیں مجدد اعظم کے لقب سے یاد کیا، ان اکابرین نے ان کو ''آیۃ من آیات اللہ'' اور ''معجزۃ من معجزات رسول اللہ'' جانا، یہ ایسے ولی اللہ اور وارثِ انبیاء ہیں جن سے سینکڑوں کرامتیں ظاہر ہوئیں، جن کی یہ ساری خدمات جلیلہ چار جلدوں پر مشتمل ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' مصنفہ ملک العلماء مفتی ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ اور دیگر کتب سوانح میں مرقوم ہیں، مگر ایسی باکمال، جامع الصفات اور صاحب الکرامات عبقری شخصیت کے معدودے چند حاسدین ہیں تو یہ بھی کوئی نئی بات نہیں، مگر انہیں صلائے عام ہے۔

سب ان سے جلنے والوں کے گل ہو گئے چراغ
احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

منارِ قصر رضا تو بلند کافی ہے
تم اس کے پہلے ہی زینے پہ چڑھ کے دکھلا دو

فتاوی رضویہ تو ایک کرامت ہے
ذرا حدائقِ بخشش ہی پڑھ کے دکھلا دو

بہر صورت امام اعظم ابو حنیفہ، مجدد وقت سلطان اورنگ زیب اور مجدد اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو ان کے علم و فضل نے محسود کر دیا، لہٰذا ان کے حاسدین ہر دور میں تھے اور آج بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہیں۔

اک طرف اعدائے دیں، ایک طرف حاسدیں

بندہ ہے تنہا شہا، تم پہ کروڑوں درود

ان حاسدین کا جواب خود ان کا انجامِ حسد ہے، کیونکہ حسد کی آگ میں جلنا اور اپنی عاقبت برباد کرنا ان کا مقدر ہے، البتہ میں نے یہ چند سطور متلاشیانِ حق کیلئے قلمبند کردی ہیں۔ تاکہ وہ حقائق سے آشنا رہیں۔

اس کاوش کو رفیق محترم، مفتی مجیب الرحمٰن رضوی مصباحی، نئی بستی، راجہ تالاب، رائے پور (چھتیس گڑھ) اور محبّ گرامی جناب حافظ جاوید حسین رضوی امام مسجد درزی محلّہ، ڈورنڈا، رانچی (جھارکھنڈ) کے اصرار سے منظر عام پر لاکر آخری فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں اور درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کرتے ہیں۔ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا۔ (ترجمہ:۔ تم فرماؤ! سب اپنے طریقہ پر کام کرتے ہیں تو تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ راہ پر ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ تعالیٰ و صلواتہ وسلامہ علیٰ رسولہ الا علیٰ محمدنِ المصطفیٰ و علیٰ الہ المجتبیٰ و اصحابہ نجوم الھدیٰ و عُلماء امتہ اولی النھیٰ واولیاء ملتہ سرج الدجیٰ

ثنائے حضرت خواجہ بزبان امام احمد رضا

۶/رجب المرجب، حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کے عرس مبارک کی تاریخ ہے، آج ۶/رجب المرجب ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۸/مئی ۲۰۱۲ء ہے، حضرت قدس سرہ کا آٹھ سو سالہ (۸۰۰) عرس ہے، آپ کا وصال ۶۳۳ھ میں ہوا، آج ہر طرف ان کے عرس شریف کی دھوم ہے، میکشوں کا ہجوم ہے، پوری دنیائے اہلسنت میں چہل پہل ہے، روحانیت کی لہر ہے، اجمیر مقدس میں تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں ہے، عاشقان خواجہ لاکھوں کی تعداد میں اپنے جسموں کے ساتھ اور کروڑوں کی تعداد میں قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، جلسہ اور تقسیم لنگر کے ذریعے اپنی روحوں کے ساتھ بارگاہ خواجہ میں پہنچ رہے ہیں، آج ڈورنڈا، رانچی میں اور دھتکیڈ یہہ، جمشید پور میں احباب باوفا، اراکین جماعت

رضائے مصطفیٰ رانچی وجمشید پور (جھارکھنڈ) نے بھی آٹھ سو سالہ عرس خواجہ کے فیوض وبرکات لوٹنے کی غرض سے قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، نعت خوانی، ان کی ثنا خوانی اور تقسیم شیرینی کا پروگرام رکھا ہے، ان سطور کے لکھے جانے کے وقت یہ فقیر ناتواں ایک تقریب میں شرکت کی غرض سے ٹرین میں بیٹھا سفر کررہا ہے[۱]۔ اور دل کے نہاں خانے سے اچانک اٹھنے والا یہ خیال پردۂ فکر سے بار بار ٹکرا ٹکرا کر کہہ رہا ہے کہ اس سفر کو یادگار اور خوشگوار بنانے کیلئے عاشق مصطفیٰ وفدائے آل مصطفیٰ امام احمد رضا کے توسط سے شہزادۂ رسول، عطائے رسول، گلشن زہرا کے مہکتے پھول، امام حسین کی آنکھوں کے نور حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا جائے اور عقیدت کی سوغات پیش کی جائے، لہٰذا درج ذیل سطور حاضر خدمت ہیں:

ع:۔ گر قبول افتد زہے عز وشرف۔

اعدائے دین اور حاسدین کی طرف سے سراہے جانے کی بالکل امید نہیں ہے اور نہ ہی ان کے طعن وتشنیع کی فکر ہے۔ ''نہ مرا نوش زتحسیں نہ مرا نیش زطعن'' پیش نظر ہے،، البتہ بارگاہ مولیٰ سے شرفِ قبول کی امید قوی تر ہے۔

---

[۱] عزیز گرامی مولانا حافظ افضل حسین حبیبی مصباحی صاحب کی ایک صاحبزادی کی شادی میں شرکت کی غرض سے جمشید پور سے لوکہا دھوبنی کا یہ سفر تھا، شادی سے قبل ایک شب جلسۂ خواجہ غریب نواز منعقد ہوا، جس میں حضرت ممدوح علیہ الرحمۃ والرضوان کی شان اقدس میں خطاب ہوا

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ امام احمد رضا ایک سچے عاشق رسول کا نام ہے، ان کی زندگی کا نصب العین ہی محبتِ خدا اور عشقِ مصطفیٰ تھا، جس کا اعتراف اپنوں نے بھی کیا اور غیروں نے بھی کیا ہے، آپ کے سینکڑوں رسالے، ضخیم کتابیں، تقریباً آٹھ ہزار صفحات پر مشتمل ''فتاوی رضویہ'' کی بارہ جلدیں اور دو حصوں پر مشتمل مجموعۂ نعت ومنقبت ''حدائق بخشش'' اسی عشق و محبت کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔

وہ نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سراپا قدس سے بلکہ ان کی آل اطہار اور جن جن چیزوں کو ان سے ذرہ برابر نسبت حاصل ہو گئی ان سے بھی بے پناہ عشق ومحبت رکھتے اور ان کی تعظیم وتوقیر بجا لاتے تھے، آپ کی زندگی کا یہ حصہ بڑا تابناک ہے کہ جب کبھی آپ کبیدہ خاطر ہو جاتے تو کھانا چھوڑ دیتے، اس وقت کسی کی مجال نہ تھی کہ آپ کو منا لے، اہل خانہ آپ کی نبض خوب پہچانتے تھے کہ امام احمد رضا سب کی بات ٹھکرا سکتے ہیں مگر آل رسول کی بات نہیں ٹال سکتے، لہذا وہ نو محلّہ مسجد بریلی شریف کے سادات کرام کے پاس پہنچ کر فریاد کناں ہو جاتے، آل رسول تشریف لاتے، جونہی ان کا حکم ہوتا فوراً کھانے لگتے، یہ دیکھئے دار العلوم منظر اسلام جیسا دینی قلعہ کیونکر معرض وجود میں آیا، امام احمد رضا اپنی تصنیفی وتنظیمی مصروفیات کے سبب کوئی مدرسہ کھولنا نہیں چاہتے، اور حضرت حجۃ الاسلام اور ملک العلماء کی خواہش ہے کہ اہلسنت کا مرکز ضرور قائم ہو، لا محالہ ان دونوں نے ایک آل رسول، سید امیر احمد مرحوم کو

وسیلہ بنایا، انہوں نے امام احمد رضا سے ایسے مؤثر الفاظ میں کہا کہ امام احمد رضا کو آل رسول کی بات مانے بغیر کوئی چارۂ کار نہ رہا اور اہل سنت کا مرکز قائم کر دیا، تاریخ میں یہ بات نقش کالحجر ہو گئی کہ اگرچہ دارالعلوم منظر اسلام کے بانی امام احمد رضا اور حجۃ الاسلام ہیں مگر حقیقت میں حضرت سید صاحب موصوف کا مرہون منت ہے، اگر وہ امام احمد رضا سے یہ نہ کہتے تو اہلسنت کو یہ دولت نہ ملتی اور اسی لئے آپ کی تصنیفات میں منجملہ اہل بیتِ رسول اور دیگر آل رسول کی مدح وستائش نظم ونثر کی صورت میں خوب ملتی ہے اور کبھی موقع میسر آیا تو ان کی بارگاہوں میں حاضری بھی دیتے ہوئے نظر آئے۔

آیئے تھوڑی دیر یکسو ہو کر دیکھا جائے کہ سرکار اعظم خواجۂ ہند حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کی نظر میں کس شان کے ولی ہیں، یہ ان کی بارگاہ میں کس طور سے سوغات پیش کرتے ہیں، مدح وستائش کرتے ہیں، ان کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوتے اور عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کرتے ہیں، ہاں! ان کا دفاع بھی کرتے، اگر کوئی دشمن اعتراض کرتا ہے تو اس کا منہ توڑ جواب بھی دیتے ہیں، آیئے ان سب کا مطالعہ کیا جائے اور حضرت خواجہ علیہ الرحمہ سے محبت وعقیدت اور ان کے ادب و احترام کا سلیقہ امام احمد رضا سے معلوم کیا جائے۔

رضا کی نظر میں حضرت خواجہ کا مقام:۔ البتہ پہلے یہ ذہن نشیں کر لیں کہ حضور خواجۂ خواجگان علیہ الرحمۃ والرضوان کا نام نامی اسم گرامی ''حسن'' ہے،

اسی لیے آپ ''حسن سنجری'' سے بھی جانے جاتے ہیں مگر آپ کے القاب و خطابات بہت ہیں، جو آپ کی خوبیوں پر دال ہیں، کیونکہ کثرتِ اسماء عظمتِ محاسن پر دلالت کرتی ہے، آپ کا ایک خطاب ''سلطان الہند'' ہے، جس کے معنیٰ ہیں، ''ہندوستان کے بادشاہ''۔ ہندوستان کی بادشاہت فضل الٰہی سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سونپی تھی، دوسرا خطاب '' معین الحق اور معین الدین'' ہے، جس کے معنی ہیں ''حق کی حمایت کرنے والا اور دین اسلام کی مدد کرنے والا'' تیسرا خطاب ''غریب نواز'' ہے، چونکہ آپ سارے غریبوں کی بالخصوص مدد کرتے ہیں، انہیں خوب نوازتے ہیں، اس لیے آپ غریب نواز ہیں اور یہ نہیں کہ آپ صرف غریبوں کو نوازتے ہیں، بلکہ امیروں کو بھی نوازتے ہیں، آپ غریب نواز بھی ہیں اور امیر نواز بھی، آپ کے در پہ امیر ہو کہ غریب، بادشاہ ہو کہ وزیر، سب غریب ہی بن کر حاضر ہوتے ہیں، بڑے بڑے کج کلاہانِ زمانہ آپ کے در پہ بھکاری بن کر حاضر ہوتے اور خوب پاتے ہیں، جو اپنی شان امیری لے کر آئیں، منہ کی کھائیں، دھتکارے جائیں، اور جو عجز و نیاز کے ساتھ آتے ہیں دونوں ہاتھ بھر کر جاتے ہیں، اسی لیے آپ کو غریب نواز کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پھر یہ کہ امراء اور رؤسا کا تو سب خیال کرتے ہیں، مجبوراً یا مسروراً، کمال تو اس میں ہے کہ غریبوں کی حاجت روائی کی جائے اور یہ بلاشبہ اولیاء اللہ کی شان ہے، ورنہ اس خود غرض مادی دنیا میں غریبوں کا پرسان حال کون ہوتا ہے؟ بلاشبہ

آپ آل رسول ہیں، عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل پاک سے ہیں، نمونۂ اہل بیت کرام ہیں، آپ سخی و داتا ہیں، ہند کے راجہ اور ہم سب کے خواجہ ہیں، جود وسخا تو آپ کے گھر کی باندی ہے، اہل بیت کرام اور آل رسول کی شان تو یہ ہے۔

خود بھوکے رہ لیتے تھے اوروں کو کھلا دیتے تھے
کتنے صابر تھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھرانے والے

آپ کے منجملہ خطابات میں سے خواجۂ ہند اور خواجۂ خواجگان بھی ہے، اس لیے کہ خواجہ کے معنی ''آقا اور مالک'' کے ہیں تو حضرت خواجہ ہم مسلمانوں کے آقا و مولیٰ ہیں بلکہ خواجاؤں کے خواجہ ہیں۔

اس تمہید کے بعد دیکھئے کہ عاشق رسول اور شیدائے آلِ رسول اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی، خواجہ غریب نواز کے خصائلِ حمیدہ اور درجاتِ رفیعہ کو کس مؤدب پیرایے میں بیان کرتے ہیں۔

آپ ایک سوال کے جواب میں حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی شان دستگیری، اور حضور خواجۂ خواجگان معین الدین حسن سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فیوض و برکات اور شان غریب نوازی کو اپنی کتاب مستطاب ''فتاوی رضویہ'' میں بڑے جامع اور عمدہ الفاظ میں بیان کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

''حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور دستگیر ہیں اور

حضرت سلطان الہند معین الحق والدین ضرور غریب نواز"۔(فتاویٰ رضویہ، جلد یازدہم، ص ۴۲۳، ناشر، رضا اکیڈمی ممبئی)

ہمیں یہاں عرض یہ کرنی ہے کہ امام احمد رضا، خواجہ غریب نواز کے ایسے عقیدت مند بلکہ عشق کی حد تک پہنچے ہوئے شیدائی ہیں کہ بہر تقدیر ان کا دفاع کرتے، ان کی قرار واقعی شان کو اجاگر کرتے اور ان پر کیے گئے کسی طرح کے اعتراض کا دنداں شکن جواب بھی دیتے ہیں، مذکورہ بالا عبارت میں جہاں یہ واضح کیا کہ حضرت خواجہ ہندوستان کے بادشاہ، حق کی اعانت کرنے والے، دین کے مددگار اور غریب نواز ہیں، وہیں حضرت کا دفاع کر کے مخالفینِ خواجہ کا رد بھی کیا ہے۔

مخدوم بہاری حضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی دفاع کیا ہے۔ آپ کی ایک عبارت کے حوالے سے کسی نے امام احمد رضا سے سوال کیا تو اس کا جواب دیتے ہوئے ایک مستقل رسالہ "حجب العوار عن مخدوم بہار" قلمبند فرمایا، جو آج بھی دستیاب اور دیدنی ہے۔

خواجہ غریب نواز کے خلیفہ اول حضرت قطب الدین بختیار کاکی اور ان کے بالواسطہ خلیفہ حضرت نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تذکرہ نہایت اچھوتے انداز میں امام احمد رضا قدس سرہٗ اپنی تصنیفات و

ملفوظات میں کرتے نظر آتے ہیں بلکہ حضور نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ اور خود حضور خواجہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضری دینے اور عقیدت کا خراج پیش کرنے کے کئی واقعات ان کی تصنیفات یا ملفوظات یا ان کے سوانح حیات کی کتابوں میں مسطور ہیں۔

حضرت خواجہ کا غلام بننے سے انکار گمراہی ہے:۔ یہ امام احمد رضا ہیں کہ خواجہ معین الدین حسن سنجری سے بھی محبت رکھتے اور ان کے شہر سے بھی کافی محبت والفت رکھتے ہیں، بلکہ ان سے محبت کرنے والے اور ان سے نسبت رکھنے والے کو داد و تحسین دیتے، اور جو ان سے بغض وحسد اور نفرت رکھے ان کو مبغوض قرار دیتے ہیں، یہ دیکھئے، وہ شخص جس کا نام غلام معین الدین ہو اور غلام کا لفظ اپنے نام سے ہٹا دے نیز کوئی شخص اجمیر شریف کو شریف نہ جانے، اس کے لیے امام احمد رضا قدس سرہٗ ایسا واضح حکم فرماتے ہیں کہ جس سے اصل مسئلہ بھی منقح ہو کر سامنے آتا ہے اور حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی عقیدت و محبت بھی مترشح ہوتی ہے ذیل میں ایک سوال اور امام احمد رضا کا جواب ملاحظہ کیجئے اور آپ کے قلمِ محبت و عقیدت کا تیور بھی دیکھئے۔

مسئلہ: از سرکار اجمیر مقدس، لنگر گلی، مسئولہ از حکیم غلام علی صاحب، ۶ رشوال ۱۳۳۹ھ۔ اگر کوئی مولوی اپنے مدرسہ کے دروازہ پر، اور خلافت کے بورڈ پر، اور خلافت کی ٹوپی پر، اور خلافت کی رسید پر فقط اجمیر لکھے، کیا

اجمیر کے ساتھ لفظ شریف نہ لکھنا اور اصلی نام غلام معین الدین پر غلام نہ لکھنا خلافِ عقیدۂ اہل سنت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب: ''اجمیر شریف کے نام پاک کے ساتھ لفظ شریف نہ لکھنا اور ان تمام مواقع میں اس کا التزام نہ کرنا اگر اس بنا پر ہے کہ حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی جلوہ افروزیِ حیاتِ ظاہری و مزارِ پر انوار کو (جس کے سبب مسلمان اجمیر شریف کہتے ہیں) وجہِ شرافت نہیں جانتا تو گمراہ بلکہ عدوُّ اللہ ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:۔

''مَنْ عَادیٰ لِیْ وَلِیاً فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ''

اور اگر یہ ناپاک التزام بر بنائے کسل و کوتاہ قلمی ہے تو سخت بے برکتی و فضلِ عظیم و خیرِ جسیم سے محرومی ہے۔ کماافادہ الامام المحقق محی الدین ابو زکریا قدس سرہ فی الترضّی.

اور اگر اس کا مبنیٰ وہابیت ہے تو وہابیت کفر ہے، اس کے بعد ایسی باتوں کی کیا شکایت؟ ما علیٰ مثلہ یُعدّ الخطاء اور اپنے نام سے غلام کا حذف اگر اس بنا پر ہے کہ حضور خواجۂ خواجگان رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم کا غلام بننے سے انکار و اِستکبار رکھتا ہے تو بدستور گمراہ اور بحکمِ حدیثِ مذکورہ عدوُّ اللہ ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

قال تعالیٰ: "اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْمُتَکَبِّرِیْنَ."

اور اگر بر بنائے وہابیت ہے کہ غلام اولیائے کرام بننے والوں کو مشرک اور غلام محی الدین اور غلام معین الدین کو شرک جانتا ہے تو وہابیہ خود زندیق، بے دین، کفار و مرتدین ہیں۔

"وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ" واللہ تعالیٰ اعلم.

(ص ۱۸۷ و ۱۸۸، فتاوی رضویہ، جلد ششم، ناشر، رضا اکیڈمی بمبئی)

حضرت سلطان الہند کو "حضور سیدنا خواجہ خواجگان" جیسے عظیم القاب سے یاد کرنا پھر ان کے نام کے ساتھ بہترین دعائیہ جملہ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کا لانا بھی ملحوظ خاطر رہے۔

بارگاہ خواجہ میں دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں:۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے والد گرامی خاتم المحققین مفتی نقی علی خاں قدس سرہ نے تیر بہدف اور مجرب دعاؤں پر مشتمل ایک وقیع اور مایہ ناز کتاب لکھی ہے، جس کا نام ہے "**احسن الوعا لآداب الدعا**"۔ اس کی افادیت کو عام و تام کرنے کے پیش نظر اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس کی شرح لکھی، جس کا نام "**ذیل المدعا لاحسن الوعا**" رکھا ہے، اس میں خاتم المحققین اور اعلیٰ حضرت نے چوالیس مقامات مقدسہ کی نشان دہی کی ہے، جن میں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں، اور ان مقامات میں اعلیٰ حضرت نے انتالیسویں

(۳۹ویں) نمبر پر حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ انور کو شمار فرمایا ہے، آپ نے واضح فرمایا ہے کہ حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے مقرّب بارگاہ الٰہی اور مستجاب الدعوات ہیں کہ آپ کے مزارِ پُر انوار کے پاس لوگوں کی دعائیں بہت جلد قبول ہوتی ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

''سی ونہم مرقدِ مبارک حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدین چشتی قدس سرہ''۔

غور فرمایئے اس اقتباس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی بارگاہ اقدس میں جس قدر عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کیے ہیں اور خوب سے خوب تر القاب سے انہیں یاد کیا ہے وہ ارباب علم وبصیرت پر مخفی نہیں ہے،

اس حوالے سے آپ کی آرام گاہ ومرقد کے ساتھ لفظ ''مبارک'' اور آپ کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ کلمۂ دعائیہ ''قدس سرہ'' بھی ملحوظ خاطر رہے۔

بارگاہ خواجۂ ہند میں امام احمد رضا کی طرف سے اس قدر گلہائے عقیدت پیش کیے جانے کے بعد بھی اگر کوئی یوں کہے کہ ''ہندوستان کے بہت بڑے ولی خواجہ غریب نواز سے امام احمد رضا کو عقیدت ومحبت نہ تھی'' تعجب خیز بات ہے، اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ امام احمد رضا اور دیگر اولیاء اللہ کی عقیدت ومحبت سے دور ونفور رہنا اور دوسرں کو ان سے دور کرنا اور بے فیض بنانا ہے، اس تعلق سے یہ یاد رکھئے کہ جو یزیدی خیمے کا ہے وہ جب اللہ و رسول کا نہیں تو اولیاء اللہ کی بارگاہ کا مؤدب کیونکر ہوسکتا ہے اور جو حسینی خیمے کا

کہلاتا ہے پھر بھی خلافِ حق بات کہتا ہے، اس کیلئے یہ صلائے عام ہے:

ع:۔ بے ادب بے نصیب، باادب بانصیب

امام احمد رضا تو حضور خواجہ غریب نواز اور اپنے شیخ اعظم حضور غوث اعظم وغیرھما کی تعریف وتوصیف اور ان سے محبت وعقیدت کا اظہار کر کے اپنے دور کے اعلیٰ حضرت بن گئے، محدث اعظم بن گئے، فقیہ اعظم بن گئے، مجدد اعظم بن گئے، دنیائے اہلسنت کے امام مانے گئے، ساٹھ سے زائد علوم وفنون کے ماہر مانے گئے، آپ ان سے بغض وحسد رکھ کر اور ان کے خلاف زبان کھول کر کیا بنے یا کیا بنیں گے، کسی محلہ کا امام، کسی قبیلہ کا امام، ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کا امام یا حاسدین کا امام؟ یاد رکھئے کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔

"حسد کرنے والا حسد کی آگ میں پہلے خود جلتا ہے"۔

یہ دیکھئے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت، حضور خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سنجری چشتی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ حضرت کے سلسلہ کے تمام اولیاء اللہ کے بھی مدح خواں ہیں، ان کی تعظیم وتوقیر بجالاتے، ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں، نہیں نہیں! اعلیٰ حضرت تو اعلیٰ حضرت ہیں، وہ اونچی فکر رکھتے ہیں، وسیع الظرف ہیں، وہ شرح صدر والے ہیں، وہ کسی ایک سلسلے کے اکابر کی بارگاہ میں نہیں بلکہ چاروں سلسلہ کے اولیاء، صلحا اور محبوبانِ خدا کی بارگاہ میں عقیدت ومحبت کا گلدستہ لیے حاضر ہیں۔

''احسن الوعا'' میں مفتی نقی علی خاں اور اس کے حاشیہ ''ذیل المدعا لاحسن الوعا'' میں امام احمد رضا خاں نے جن چوالیس مقاماتِ مقدسہ کا شمار فرمایا ہے، جہاں دعائیں بہت جلد مقبول بارگاہ الٰہی ہوتی ہیں، ان میں سب سے آخر میں چوالیسویں مقام پر تمام اولیا، صالحین اور محبوبان خدا کی بارگاہوں کو امام احمد رضا نے شمار فرمایا ہے، ذیل المدعا میں آپ لکھتے ہیں:

''چہل و چہارم: (۴۴ ویں) اسی طرح تمام اولیاء وصلحاء ومحبوبانِ خدائے تعالیٰ کی بارگاہیں، خانقاہیں، آرام گاہیں۔ نَفَعَنَا اللّٰہُ بِبَرَکَاتِہِمْ فِی الدِّیْنِ وَ الْآخِرَۃِ آمین''۔

حضرت خواجہ اور تمام اولیاء کرام سے فیوض و برکات لوٹنے کے حوالے سے امام احمد رضا کے قلمِ حق رقم سے درج بالا دعائیہ جملے کو بار بار پڑھیے، جس کا ترجمہ یہ ہے: ''اللہ تعالیٰ ان اولیاء وصلحاء ومحبوبانِ خدا کے برکات سے ہمیں دنیا و آخرت میں مالا مال فرمائے۔ آمین''

حضرت نظام الدین اولیاء کی کرامت:۔ جہل مرکب کے شکار لوگوں کے اعتراض کا دندان شکن جواب یہ ہے کہ چوالیسویں نمبر پر تمام اولیائے کرام کے درباروں، خانقاہوں اور آرام گاہوں کے بارے میں جو یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ ''یہاں دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں''، اس مدعیٰ کو ثابت کرنے کیلئے کسی دوسرے سلسلے کے ولی کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ چشتی سلسلہ کے عظیم ولی اللہ یعنی حضرت خواجہ غریب نواز چشتی علیہ الرحمہ کے بالواسطہ

مرید وخلیفہ حضرت نظام الدین اولیاء علیہما الرحمۃ والرضوان کی عبقری شان اور ان کی عظیم کرامت کو پیش کیا ہے، چنانچہ حضرت قدس سرہ کی آنکھوں دیکھی کرامت چوالیسویں مقام میں اور مذکورہ دعائیہ کلمات کے متصل ہی رقمطراز ہیں:

''سترہویں شب ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۲۹۳ھ میں کہ فقیر کو اکیسواں سال تھا، اعلیٰ حضرت مصنف علّام سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد و حضرت محبّ الرسول جناب مولانا مولوی محمد عبدالقادر قادری صاحب بدایونی دامت برکاتھم العالیہ کے ہمراہ رکاب حاضر بارگاہِ بے کس پناہ حضور پرنور محبوب الٰہی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنھم ہوا۔

دونوں حضرات عالیہ اپنے قلوبِ مطمئنہ کے ساتھ حاضر مواجہۂ اقدس ہو کر مشغول ہوئے، اس فقیرِ بے توقیر نے ہجوم شور وشر سے خاطر پریشان پائی، دروازۂ مطہرہ پر کھڑے ہو کر حضرت سلطان الاولیا سے عرض کی کہ،

اے مولیٰ! غلام جس لئے حاضر ہوا، یہ آوازیں اس میں خلل انداز ہیں، (لفظ یہی تھے یا ان کے قریب، بہر حال مضمونِ عریضہ یہی تھا)

یہ عرض کرکے بسم اللہ کہہ کر داہنا پاؤں دروازۂ حجرۂ طاہرہ میں رکھا، بعونِ ربِ قدیر وہ سب آوازیں دفعتہً گم تھیں، مجھے گمان ہوا کہ یہ لوگ خاموش ہو رہے، پیچھے پھر کر دیکھا تو وہی بازار گرم تھا، قدم کہ (اندر) رکھا تھا، باہر ہٹایا، پھر آوازوں کا وہی جوش پایا، پھر بسم اللہ کہہ کر داہنا پاؤں اندر رکھا، بحمد اللہ!

پھر ویسے ہی کان ٹھنڈے تھے، اب معلوم ہوا کہ یہ مولیٰ کا کرم اور حضرت سلطان الاولیاء کی کرامت اور اس بندۂ ناچیز پر رحمت و معونت ہے، شکرِ الٰہی بجالایا اور حاضر مواجہہٗ عالیہ ہوکر مشغول رہا، کوئی آواز نہ سنائی دی، جب باہر آیا پھر وہی حال تھا کہ خانقاہِ اقدس کے باہر قیام گاہ تک پہنچنا دشوار ہوا۔

فقیر نے یہ اپنے اوپر گزری ہوئی گزارش کی کہ

اول تو وہ نعمتِ الٰہی تھی، اور رب عزوجل فرماتا ہے۔ "وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ". (اپنے رب کی نعمتیں لوگوں سے خوب بیان کرو) مع ھٰذا اس میں غلامانِ اولیائے کرام کیلئے بشارت اور منکروں پر بلا و حسرت ہے۔

الٰہی! صدقہ اپنے محبوبوں کا، ہمیں دنیا و آخرت و قبر و حشر میں اپنے محبوبوں کے برکات بے پایاں سے بہرہ مند فرما۔ آمین"۔ (ص ۶۰ و ۶۱۔ ذیل البدعالاحسن الوعا۔ مؤلفہ امام احمد رضا بریلوی۔ مطبوعہ۔ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

امام احمد رضا کا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کو "اے مولیٰ" سے یاد کرنا ملحوظ خاطر رہے، نیز حضرت موصوف کو "سلطان الاولیاء" کے لفظ سے یاد کرنا ذہن نشیں رہے۔

ذکر برکات خواجہ:۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متصلب قادری تھے، مشائخ کرام کی بات آتی تو زیادہ تر اپنے ہی شیخ المشائخ حضور سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرتے، ان کے نام میں حلاوت و چاشنی پاتے اور مرید صادق کو ایسا ہونا بھی چاہئے کہ جس کا کھائے اس کا گائے، تب ہی

فیض پائے گا، ورنہ دھوبی کا کتّا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا، انہوں نے شیخِ سلسلہ شہزادۂ رسول غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی بارگاہ سے حظ وافر پایا، اس لیے ان کا شکریہ خوب بجالایا، ان کا گیت گایا اور خوب مدح سرائی کی، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ دوسرے اولیاء ومشائخ سے انہیں عقیدت نہ تھی، بلکہ دوسرے سلاسل کے اولیاء ومشائخ سے بھی عقیدت و محبت رکھتے، ان کی تعریفیں کرتے تھے اور آپ کو تو سلسلۂ عالیہ قادریہ کے ساتھ ساتھ سیدنا معین الحق والدین حضور غریب نواز چشتی رضی اللہ عنہ کے سلسلہ کی بھی اجازت و خلافت حاصل تھی، وہ تیرہ سلاسل جن کی آپ کو اجازت و خلافت حاصل تھی، ان میں سلسلۂ چشتیہ بھی ہے، جیسا کہ "الاجازات المتینة" میں آپ نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے بلکہ طالبان کو سلسلۂ چشتیہ جدیدہ وقدیمہ کی بھی اجازت دیتے تھے، علماءِ مکہ و مدینہ کو بھی اس کی اجازتیں دیں جیسا کہ مذکورہ کتاب میں ہے۔ پھر کیوں نہ اس پر ناز کریں اور حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان غریب نوازی اور فیض رسانی کا اعتراف کریں، اس لیے وہ بڑے ہی ادب و احترام کے ساتھ حضور خواجہ علیہ الرحمہ کا ذکر کرتے، ان کا خوب چرچا کرتے اور پورے اعتماد ووثوق کے ساتھ ان کے فیوض وبرکات کا ذکر کرتے ہیں۔

امام احمد رضا "الملفوظ" میں فرماتے ہیں:

"حضرت خواجہ کے مزار سے بہت کچھ فیوض وبرکات حاصل ہوتے ہیں،

مولانا برکات احمد صاحب (بریلوی) مرحوم جو میرے پیر بھائی اور میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ:

"میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ہندو جس کے سر سے پیر تک پھوڑے تھے، اللہ ہی جانتا ہے کہ کس قدر تھے، ٹھیک دوپہر کو آتا اور درگاہ شریف کے سامنے گرم کنکروں اور پتھروں پر لوٹتا اور کہتا کہ خواجہ اگن لگی ہے، تیسرے روز میں نے دیکھا کہ بالکل اچھا ہو گیا"۔

بھاگلپور سے ایک صاحب ہر سال اجمیر شریف حاضر ہوا کرتے تھے، ایک وہابی رئیس سے ملاقات تھی اس نے کہا، میاں! ہر سال کہاں جایا کرتے ہو؟ بے کار اتنا روپیہ صرف کرتے ہو، انہوں نے کہا چلو اور انصاف کی آنکھ سے دیکھو، پھر تم کو اختیار ہے، خیر! ایک سال وہ ساتھ میں آیا، دیکھا کہ ایک فقیر سونٹا لیے روضہ شریف کا طواف کر رہا ہے، اور یہ صدا لگا رہا ہے۔

"خواجہ! پانچ روپے لوں گا۔ اور ایک گھنٹہ کے اندر لوں گا۔ اور ایک ہی شخص سے لوں گا۔"

جب اس وہابی کو خیال ہوا کہ اب بہت وقت گذر گیا، ایک گھنٹہ ہو گیا ہوگا اور اب تک اسے کسی نے کچھ نہ دیا، جیب سے پانچ روپے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھے اور کہا: لو میاں! تم خواجہ سے مانگ رہے تھے، بھلا خواجہ کیا دیں گے؟ لو ہم دیتے ہیں۔

فقیر نے وہ روپے تو جیب میں رکھے اور ایک چکر لگا کے زور سے کہا:

"خواجہ تورے بلہاری جاؤں، دِلوائے بھی تو کسی خبیث منکر سے"۔

(ص ۴۴۔الملفوظ۔حصہ سوم، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے مذکورۃ الصدر قول "حضرت خواجہ کے مزار سے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں" کو بار بار پڑھئے، اس میں کس قدر حقیقت کا اعتراف اور حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کے تصرفات اوران کے فیوض و برکات کا اقرار امام احمد رضا نے کیا ہے، ان حقائق کو ملاحظہ کرنے کے بعد ارباب علم و دانش پکار اُٹھتے ہیں کہ واقعی یہ حضور خواجہ کی بارگاہ میں امام احمد رضا کی طرف سے عقیدت و محبت اور منقبت و مدحت کی سوغات ہے، جس کے انکار کی کسی کو مجال دم نہیں، مگر معاند و سرکش اپنی فکر باطل میں بھٹکتے رہتے ہیں۔

دربار خواجہ میں حاضری کو ترجیح:۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نہ یہ کہ سلطان الہند خواجۂ خواجگان کے صرف مداح، ان کی ولایت و تصرف اور فیوض و برکات کے قائل تھے بلکہ باعث سعادت سمجھ کر ان کی بارگاہ میں حاضری بھی دیا کرتے تھے، اپنا وطن مالوف کس کو پیارا نہیں ہوتا، ایک لمبی مدت کے سفر سے واپسی کے بعد کون نہیں یہ پسند کرتا ہے کہ پہلے اپنے بال بچوں اور احباب سے ملے، مگر امام احمد رضا وطن مالوف اور بال بچوں پر اور احباب کی پیش کش پر بارگاہ خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضری کو ترجیح دیتے ہوئے نظر آتے ہیں، کیونکہ انہیں وطن مالوف اور اعزّاء و اقارب

سے زیادہ بارگاہ خواجہ پیاری ہے اور احباب کے شہر سے زیادہ حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضری محبوب ہے، یہ دیکھیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خلیفہ برہان ملت حضرت مولانا مفتی برہان الحق جبلپوری (متوفی ۱۴۰۵/۱۹۸۴) ہیں، ان کے والد گرامی عبدالاسلام حضرت مولانا عبدالسلام جبلپوری علیہما الرحمۃ ہیں، یہ دونوں باپ بیٹے اعلیٰ حضرت کے بڑے ہی عقیدت مند اور نہایت قدردان تھے، اعلیٰ حضرت اور ان کے شہزادگان حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم علیہم الرحمۃ کو بارہا دعوت دے کر اپنے گھر جبلپور لے جاتے اور عرصۂ دراز تک یہ مشائخ بریلی ان کے یہاں قیام پذیر رہتے۔ ان دونوں سے اعلیٰ حضرت بھی بہت محبت سے پیش آتے اور ان کے گھر جاتے، کیونکہ یہ دونوں بجائے خود ماہر علوم وفنون اور تاجدار ولایت تھے۔ جانبین میں سچی اور گہری بے لوث محبت و یگانگت کے باوجود جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اپنے دوسرے سفر حج سے واپس بمبئی پہونچے تو حضرت مولانا عبدالسلام جبلپوری علیہ الرحمہ نے انہیں دعوت دی کہ حضور میرے گھر جبلپور تشریف لے چلیں تو اعلیٰ حضرت نے اپنے اس خاص محبّ اور عقیدت مند کی دعوت کو ترجیح نہ دیا اور نہ ہی اپنے گھر بریلی شریف جانے کو، بلکہ ترجیح دی تو کس کو؟ وہی سرکار اعظم کو، دربار خواجہ میں حاضری کو، ان سے فیوض و برکات لوٹنے کو۔ چنانچہ حضرت برہان ملت موصوف رقمطراز ہیں۔

''اعلیٰ حضرت نے بمبئی سے بریلی شریف کا قصد کیا والد ماجد نے جبلپور تشریف لے جانے کیلئے عرض کیا تو فرمایا:

''ابھی تو اجمیر شریف حاضری دیتا ہوا بریلی جاؤں گا، ان شاء اللہ پھر کبھی جبلپور آؤں گا''۔ (اکرام امام احمد رضا.... ص۔۸۲،)

دربار خواجہ میں حاضری اور روشن کرامت:۔ لگے ہاتھوں دربار خواجہ غریب نواز سے امام احمد رضا کی محبت وعقیدت، ان کے دربار میں حاضری، راستے میں ایک عظیم کرامت کا ظہور، اجمیر معلیٰ میں آپ کی قدردانی، وعظ وخطابت کا آپ کو زریں موقع ملنا اور ایک انگریز کا مسلمان ہونا، ان سب باتوں کو امام احمد رضا کے سفر اجمیر مقدس سے متعلق درج ذیل مستند واقعہ میں ملاحظہ کریں: معارف رضا کراچی میں ہے:

علامہ نور احمد قادری (اسلام آباد، پاکستان) اپنے دادا حاجی عبد النبی قادری رضوی (متوفی ۱۹۴۹ء کراچی) کی زبانی سنا ہوا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں، یہ راوی حاجی عبد النبی قادری رضوی امام احمد رضا بریلوی کے مرید تھے۔ اور یہ واقعہ امام احمد رضا بریلوی کے آخری ایامِ حیات کا ہے۔ علامہ نور احمد قادری لکھتے ہیں:

''ہوا یوں تھا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا سلطان الہند خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری کی خانقاہ میں عرسِ غریب نواز کے موقع پر وعظ ہوا کرتا تھا اور اس وعظ اکا اہتمام خود خانقاہ شریف کے دیوان

صاحب کیا کرتے تھے، جس میں علماء وفضلا دور دور سے آکر وعظ سننے کے لئے شرکت کرتے، بعض دفعہ دکن کے حکمران نظام دکن میر محبوب علی خان اور میر عثمان علی خاں بھی اس وعظ میں شریک ہوتے رہے، اعلی حضرت کا وعظ سننے کیلئے بے شمار خلقت وہاں ہوا کرتی۔

اس مرتبہ جب اعلیٰ حضرت بریلی شریف سے اجمیر شریف عرسِ خواجہ غریب نواز میں حاضری کیلئے جانے لگے تو ان کے ہمراہ دس گیارہ ان کے مریدین بھی تھے، انہیں میں ایک راقم الحروف کے استاد محترم مولانا شاہ عبدالرحمٰن قادری جے پوری تھے، جو اعلیٰ حضرت کے شاگرد بھی تھے اور خلیفہ بھی، اور دوسرے خود راقم الحروف کے دادا محترم حضرت حاجی عبدالنبی قادری تھے، بقیہ اور حضرات تھے۔

دہلی سے اجمیر شریف تک جانے کیلئے ''بی بی اینڈ سی آئی آر'' ریل چلا کرتی تھی، جب یہ ریل گاڑی ''پھلیرہ جنکشن'' پر پہنچتی تو قریب قریب مغرب کا وقت ہو جاتا تھا ''پھلیرہ'' اس دور کا بہت بڑا ریلوے جنکشن ہوا کرتا تھا، جہاں سانبھر، جودھ پور اور بیکانیر سے آنے والی گاڑیوں کا بھی کراس ہوا کرتا تھا ان تمام دوسری لائنوں سے آنے والے مسافر اجمیر شریف جانے کیلئے اسی میل گاڑی کو پکڑتے تھے، اس لئے یہ میل گاڑی پھلیرہ اسٹیشن پر تقریباً چالیس منٹ ٹھہرا کرتی تھی، خود راقم الحروف نے بھی پارٹیشن (۱۹۴۷ء) سے قبل کے دور میں اجمیر شریف حاضری دینے کیلئے اسی

گاڑی سے کئی بار سفر کیا، اور پھلیرہ جنکشن کا حال دیکھا۔

بہر کیف! جب اعلیٰ حضرت سفر کر رہے تھے تو پھلیرہ جنکشن پر پہنچتے ہی مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا، اعلی حضرت نے اپنے ساتھ والے مریدین سے فرمایا کہ نماز مغرب کیلئے جماعت پلیٹ فارم پر ہی کر لی جائے، چنانچہ چادریں بچھا دی گئیں اور لوگوں میں سے جن کا وضو نہ تھا، انہوں نے تازہ وضو کر لیا۔

اعلیٰ حضرت ہر وقت باوضو رہتے، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ میرا وضو ہے، اور امامت کے لئے آگے بڑھے، اور پھر فرمایا کہ آپ سب لوگ پورے اطمینان کے ساتھ نماز ادا کریں۔ اِن شاء اللہ گاڑی ہرگز اس وقت تک نہ جائے گی جب تک کہ ہم لوگ نماز پورے طور سے ادا نہیں کر لیتے ہیں، آپ لوگ قطعاً اس بات کی فکر نہ کریں اور پوری یکسوئی کے ساتھ نماز ادا کریں۔

یہ فرما کر اعلیٰ حضرت نے امامت کرتے ہوئے نماز پڑھنا شروع کر دی، مغرب کے فرض کی جب ایک رکعت ختم کر چکے تو ایک دم گاڑی نے وہسل (Whistle) دے دی، پلیٹ فارم پر دیگر بکھرے ہوئے مسافر تیزی کے ساتھ اپنی اپنی سیٹوں پر گاڑی میں سوار ہو گئے مگر آپ کے پیچھے نمازیوں کی یہ جماعت پورے استغراق کے ساتھ نماز میں اسی طرح برابر مشغول رہی، دوسری رکعت مغرب کے فرض کی ہو رہی تھی کہ گاڑی نے اب تیسری اور آخری وہسل بھی دے دی، مگر ہوا کیا کہ ریل کا انجن آگے کو نہ سرکتا تھا۔ میل (Mail)

گاڑی تھی، کوئی معمولی پسنجر گاڑی نہ تھی ،اس لئے ڈرائیور اور گارڈ سب پریشان ہو گئے کہ آخر یہ ہوا کیا کہ گاڑی آگے نہیں جاتی؟ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا، انجن کو ٹیسٹ کرنے کیلئے ڈرائیور نے گاڑی کو پیچھے کی طرف ڈھکیلا تو گاڑی پیچھے کی سمت چلنے لگی، انجن بالکل ٹھیک تھا مگر جب ڈرائیور اسی انجن کو آگے کی طرف ڈھکیلتا تو انجن رک جاتا تھا۔

آخر اتنے میں اسٹیشن ماسٹر جو انگریز تھا، اپنے کمرے سے نکل کر پلیٹ فارم پر آیا اور اس نے ڈرائیور سے کہا کہ انجن کو گاڑی سے کاٹ کر دیکھو، آیا چلتا ہے یا نہیں؟ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، انجن کو گاڑی سے کاٹ کر جب چلایا تو بخوبی پوری رفتار سے چلا، کوئی بھی خرابی اس میں نظر نہ آئی، مگر جب ریل کے ڈبوں کے ساتھ جوڑ کر اسی انجن کو چلایا گیا تو وہ پھر اسی طرح جام ہو گیا اور ایک انچ بھی آگے کو نہ چلا، ریل کا ڈرائیور اور سب لوگ بڑے حیران و پریشان کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے کہ انجن ریل کے ساتھ جڑ کر آگے کو نہیں جاتا؟

اسٹیشن ماسٹر نے گارڈ سے پوچھا، جو نمازیوں کے قریب ہی کھڑا تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ انجن الگ کرو تو چلنے لگتا ہے اور ڈبوں کے ساتھ جوڑو تو بالکل پٹری پر جام ہو کر رہ جاتا ہے؟ وہ گارڈ مسلمان تھا، اس کے ذہن میں بات آ گئی اس نے اسٹیشن ماسٹر کو بتایا کہ سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ بزرگ جو نماز پڑھ رہے ہیں، کوئی بہت بڑے ولی اللہ معلوم ہوتے ہیں، یقیناً اس کے

علاوہ اور کوئی ٹیکنیکل وجہ نہیں۔

اب جب تک کہ یہ بزرگ اور ان کی جماعت نماز ادا نہیں کر لیتے یہ گاڑی مشکل ہے کہ چلے، یہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے اُن ولی اللہ کی کرامت معلوم ہوتی ہے، بس اب ان کے نماز ادا کرنے تک تو انتظار ہی کرنا پڑے گا۔

اسٹیشن ماسٹر کو یہ بات سمجھ میں آگئی اور وہ کہنے لگا کہ بلاشبہ یہی بات معلوم ہوتی ہے، چنانچہ وہ نمازیوں کی جماعت کے قریب آکر کھڑا ہو گیا، نماز میں اعلیٰ حضرت کا اور ان کے مریدین کا اس قدر استغراقِ عبادت اور خشوع وخضوع کا یہ روح پرور منظر دیکھ کر وہ بے حد متاثر ہوا، انگریزی اس کی مادری زبان تھی مگر وہ اردو اور فارسی کا بھی ماہر تھا اور بے تکلف اردو میں کلام کرتا تھا، گارڈ کے ساتھ اس کی یہ ساری گفتگو اردو ہی میں تھی۔

غرض اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے سلام پھیرا اور باآوازِ بلند درود شریف پڑھ کر دعا مانگنے میں مصروف ہو گئے، جب یہ دعا سے فارغ ہوئے تو آگے بڑھ کر نہایت ادب کے ساتھ اسٹیشن ماسٹر (انگریز) نے اردو ہی میں عرض کیا کہ

حضرت !ذرا جلدی فرمائیں، یہ گاڑی آپ ہی کی مصروفیتِ عبادت کے سبب چل نہیں رہی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ:

بس ابھی نماز پڑھ کر ہم لوگ تھوڑی دیر میں فارغ ہوں گے اور

اِن شاء اللہ پھر گاڑی چلے گی، آپ جانتے ہیں کہ یہ نماز کا وقت ہے، کوئی بھی سچا مسلمان نماز قضا نہیں کرسکتا، نماز ہر مسلمان پر فرض ہے، فرض کو کیسے چھوڑا جائے؟ گاڑی اِن شاء اللہ نہیں جائے گی، جب تک ہم لوگ اطمینان کے ساتھ نماز ادا نہیں کرلیتے۔

اسٹیشن ماسٹر پر اسلام کی روحانی ہیبت طاری ہوگئی، اعلیٰ حضرت اور ان کے مریدین نے سکون کے ساتھ جب نماز پورے طور پر ادا کرلی اور دعا پڑھ کر فارغ ہوئے تو اعلیٰ حضرت نے پاس ہی کھڑے ہوئے انگریز اسٹیشن ماسٹر سے فرمایا کہ: اِن شاء اللہ اب گاڑی چلے گی، ہم سب لوگ نماز سے فارغ ہوگئے۔

یہ کہا اور مع اپنے سب ہمراہیوں کے گاڑی میں بیٹھ گئے، گاڑی نے سیٹی دی اور چلنے لگی اسٹیشن ماسٹر نے اپنے انداز میں سلام کیا اور آداب بجالایا مگر اس واقعۂ کرامت کا اس کے ذہن اور دل پر بڑا گہرا اثر پڑا۔

بہر کیف! گاڑی کے ساتھ اعلیٰ حضرت اور ان کے یہ چند مریدین تو اجمیر شریف روانہ ہوگئے مگر اسٹیشن ماسٹر سوچ میں پڑگیا، رات بھر وہ اسی غور وفکر میں رہا، اس کو نیند نہ آئی، صبح اٹھا تو چارج اپنے ڈپٹی کے حوالے کرکے اپنے افرادِ خاندان کے ساتھ حاضری کیلئے اجمیر شریف کو چل پڑا، تاکہ وہاں درگاہِ خواجہ غریب نواز میں حاضر ہوکر اعلیٰ حضرت کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کرے۔

جب اجمیر شریف پہنچا تو دیکھا کہ درگاہ شریف کی شاہجہانی مسجد میں اعلیٰ حضرت کا ایمان افروز وعظ ہو رہا ہے، وہ وعظ میں شریک ہوا، بیان سنا، اور جب وعظ ختم ہوا قریب پہنچ کر اس نے اعلیٰ حضرت کے ہاتھ چوم لیے، اور عرض کیا کہ: جب سے آپ پھلیرہ اسٹیشن سے ادھر روانہ ہوئے ہیں، میں اس قدر بے چین ہوں کہ مجھے سکون نہیں آتا۔

آخر اپنے افرادِ خاندان کے ہمراہ یہاں حاضر ہو گیا ہوں اور اب آپ کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں، آپ کی یہ روحانی کرامت دیکھ کر مجھے اسلام کی آسمانی صداقت کا یقین کامل ہو گیا ہے، اور مجھے پتہ چل گیا ہے کہ بس اسلام ہی خدائے تعالیٰ کا سچا دین ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے ہزار ہا زائرینِ دربارِ خواجہ غریب نواز کے سامنے اس انگریز کو اور اس کے نو افرادِ خاندان کو وہیں کلمہ پڑھایا اور مسلمان کیا اور خود اس کا اسلامی نام بھی غوث پاک کے نام پر عبدالقادر رکھا، اس کا انگریزی نام رابرٹ (Robert) تھا اور وہ رابرٹ صاحب کے نام سے مشہور تھا، آپ نے اس کو مسلمان کرنے کے بعد سلسلۂ قادریہ میں اپنا مرید بھی کیا اور پھر ہدایت فرمائی کہ:

"ہمیشہ اتباعِ سنت کا خیال رکھنا، نماز کسی وقت نہ چھوڑنا، نماز روزہ کی پابندی بہت ضروری ہے، اور جب موقع ملے تو حج پہ بھی ضرور جانا اور زکوۃ ادا کرنا اور ہمیشہ خدمتِ دین کا خیال رکھنا، اس لئے کہ اسلام کا پھیلانا

بھی قرآن پاک نے ہر مسلمان کیلئے ضروری قرار دیا ہے، اپنے وطن بھی جب جاؤ تو وہاں بھی دین کو پھیلانے کی خدمت انجام دینا۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے۔ اب خود بھی قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرو اور اپنے تمام افرادِ خاندان کو بھی قرآن پاک کی تعلیم دلواؤ''

غرض آپ نے اسلام اس کے دل میں اتار دیا اور اپنی عارفانہ جنبشِ نگاہ سے اس کے شیشۂ دل کو عشقِ رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عطر سے بھر کر اس کی روح تک کو مہکا دیا، وہ اسلام کا شیدا و وارفتہ ہو گیا۔

اس انگریز کے اس قبول اسلام کا یہ واقعہ اس وقت کا ایک اہم واقعہ تھا، اس لئے کہ یہ انگریز کوئی معمولی درجہ کا انگریز نہ تھا بلکہ ایسے گھرانے کا فرد تھا، جس کے بہت سے افراد ہندوستان میں اور اسی طرح انگلستان میں مناصبِ جلیلہ پر فائز تھے، اہلِ علم اور باوقار لوگ تھے اور عیسائی مشن کی بڑی سرپرستی کیا کرتے تھے۔ اس انگریز کے مع افرادِ خاندان مسلمان ہو جانے کے اس واقعہ سے عیسائی مشنریوں کے جرگہ میں ہل چل پڑ گئی۔ مذہب کے میدان میں ان کی بوئی ہوئی ساری سفید کپاس جل گئی، یعنی گورے گھبرا گئے، ان کے پادری بوکھلا گئے، یہ کیا کم انقلابی واقعہ تھا؟ پھر اس نومسلم انگریز نے جیسا کہ بزرگوں نے بتایا، زندگی بھر اسلام کی بڑی خدمت کی وہ قرآن کریم ختم کرنے کے بعد ہندوستان سے وطن واپس لوٹ گیا اور وہاں جا کر اسلام کی خدمت کیلئے وقف ہو گیا، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی روحانی

کرامت اور عارفانہ جنبشِ نگاہ نے اس کی ساری کایا پلٹ دی، اسے آشنائے عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کر کے کام کا آدمی بنا دیا، منزل پر پہنچا دیا اور اس کو ملتِ اسلامیہ کا مستحکم ستون بنا دیا"۔ (ص ۱۵۷ تا ۱۶۱۔ سالنامہ معارفِ رضا کراچی۔ مطبوعہ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء۔ از ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ کراچی)

آستانۂ خواجہ پر حاضری کا ایک اور ثبوت

سیدنا خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کے آستانۂ عالیہ پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے حاضری دی، اس حوالے سے ایک طویل واقعہ آپ کے مطالعہ میں آچکا۔ اب ایک اور شہادت ملاحظہ کیجئے:

الحاج مولانا سید محمد فرقان علی رضوی چشتی گدی نشین آستانۂ عالیہ اجمیر شریف نے ایک مضمون رقم فرمایا ہے، جس کا موضوع ہے، "اعلیٰ حضرت کی والہانہ عقیدت سرکار غریب نواز کے آستانے سے" موصوف نے اس موضوع پر کئی دلائل اور شواہد پیش فرمائے ہیں، اس کا کچھ اقتباس ذیل میں ملاحظہ کیجئے، آپ رقمطراز ہیں:

"اعلیٰ حضرت جب زیارت حرمین شریفین سے ہندوستان واپس تشریف لائے تو بمبئی کی بندرگاہ سے سیدھے اجمیر شریف خواجۂ ہند کی بارگاہِ ناز میں حاضری دینے آئے، وابستگان واہلِ عقیدت کا ایک ہجوم اعلیٰ حضرت کو لیکر سب سے پہلے اپنے شہر یا اپنے قصبہ یا اپنے گھر کو ان کے وجود سے

مشرف کرنے کی سعادت حاصل کرنے کا اصرار کرتا رہ گیا، مگر آپ نے سارے عقیدت مندوں کی عقیدت پر حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ اپنی عقیدت وشیفتگی کو ترجیح دی۔

چنانچہ وہاں کے خدمت گزار و گدی نشین سید حسین علی رضوی اجمیری وکیل جاورہ جو اعلیٰ حضرت کے وکیل دعا گو و مرید خاص بھی تھے انہوں نے اپنی مرتبہ کتاب "دربارِ چشت" کے صفحہ ۱۰ر پر لکھا ہے کہ یہ حاضری ایسی عقیدت و محبت کی حامل تھی کہ ہم خدامِ آستانہ اور تمام مسلمانانِ اجمیر کے دلوں پر نقش کر گئی"۔[1]

اجمیر میں امام احمد رضا پر انعام خسروی:۔ سرکار اعظم حضرت خواجہ غریب نواز اور ان کی نگری سے اعلی حضرت امام احمد رضا کی بے پناہ عقیدت ومحبت کا یہ ثمرہ ہے کہ ۲۵ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء یوم جمعہ کو جب موصوف کا وصال ہوا تو انہیں بارگاہ خواجہ سے انعام خسروی ملا، درگاہ معلیٰ کے خادم حضرت سید حسین علی (علیہ الرحمہ) نے آپ کے ایصال ثواب کیلئے فاتحۂ سوم (تیجہ کی فاتحہ) کی محفل سجائی، قرآن خوانی ہوئی، فاتحہ پڑھی گئی، آپ کے درجات کی ترقی کیلئے دعائیں ہوئیں، اس میں کافی افراد شریک ہوئے، چنانچہ اخبار "ہفتہ وار دبدبۂ سکندری" کے حوالے سے آج سے ترانوے سال قبل کی ایک تحریر ملاحظہ کیجئے، سید غلام علی مرحوم خادم

[1] ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف، بابت دسمبر ۲۰۰۸ء ص ۲۲

درگاہ اجمیر شریف رقمطراز ہیں:

"۲۵؍صفر مطابق ۲۸؍اکتوبر یوم جمعہ (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کو بوقت شب سید حسین علی صاحب ولد سید صدیق علی صاحب وکیل جناب نواب صاحب بہادر والی ریاستِ جاورہ و خادمِ درگاہِ معلّٰی سرکار اعظم اجمیر شریف کے نام ایک تار مرسلہ حضرت قبلہ مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب بریلی سے آیا، جس میں تحریر تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کا وصال ہو گیا، اس حادثۂ ہوش ربا کو معلوم کر کے تمام مریدین و معتقدین کو جو اور جتنا رنج والم ہوا، اس کا حال تو عالم الغیب ہی خوب جانتا ہے۔

اس حادثہ کی سب احباب کو اطلاع دی گئی اور سید حسین صاحب نے فاتحۂ سوم کا انتظام کیا، اور اول بروز اتوار ۲۸؍صفر کو آستانۂ عالیہ حضور خواجۂ خواجگاں سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے دروازۂ جنوب، واقع دالان نواب ارکاٹ بعد نمازِ صبح قرآن خوانی ہوئی، جس میں چند صاحب زادگان و چند مدرسین اور طلبائے مدرسہ معینیہ عثمانیہ و مدرسینِ معینیہ اسلامیہ ہائی اسکول شریک رہے، اس کے بعد ڈھائی بجے موافق قاعدۂ صاحبزادگانِ درگاہ معلّٰی ختم فاتحۂ سوم کے واسطے شرقی دروازہ صحنِ درگاہ معلّٰی میں آکر ختم کیا گیا۔

اس وقت علاوہ صاحبانِ مذکورہ کے حضرت جناب میر سید نثار احمد صاحب قبلہ متولیِ درگاہ اور چند اشخاص مدرسہ حنفیہ صوفیہ و یتامیٰ اجمیر شریف بہ تعدادِ کثیر شریک تھے، بعدِ ختم تبرک تقسیم ہوا اور اس طرح اعلیٰ حضرت مجددِ

درگاہ اجمیر شریف رقمطراز ہیں:

"۲۵/صفر مطابق ۲۸/اکتوبر یوم جمعہ (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کو بوقت شب سید حسین علی صاحب ولد سید صدیق علی صاحب وکیل جناب نواب صاحب بہادر والی ریاستِ جاورہ و خادمِ درگاہِ معلیٰ سرکار اعظم اجمیر شریف کے نام ایک تار مرسلہ حضرت قبلہ مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب بریلی سے آیا، جس میں تحریر تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کا وصال ہو گیا، اس حادثۂ ہوش ربا کو معلوم کر کے تمام مریدین و معتقدین کو جو اور جتنا رنج والم ہوا، اس کا حال تو عالم الغیب ہی خوب جانتا ہے۔

اس حادثہ کی سب احباب کو اطلاع دی گئی اور سید حسین صاحب نے فاتحۂ سوم کا انتظام کیا، اور اول بروز اتوار ۲۸/صفر کو آستانۂ عالیہ حضور خواجۂ خواجگاں سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے دروازۂ جنوب، واقع دالان نواب ارکاٹ بعد نمازِ صبح قرآن خوانی ہوئی، جس میں چند صاحب زادگان و چند مدرسین اور طلبائے مدرسہ معینیہ عثمانیہ و مدرسینِ معینیہ اسلامیہ ہائی اسکول شریک رہے، اس کے بعد ڈھائی بجے موافق قاعدۂ صاحبزادگانِ درگاہ معلیٰ ختم فاتحۂ سوم کے واسطے شرقی دروازہ صحنِ درگاہ معلیٰ میں آکر ختم کیا گیا۔

اس وقت علاوہ صاحبانِ مذکورہ کے حضرت جناب میر سید نثار احمد صاحب قبلہ متولیِ درگاہ اور چند اشخاص مدرسہ حنفیہ صوفیہ ویتامیٰ اجمیر شریف بہ تعدادِ کثیر شریک تھے، بعدِ ختم تبرک تقسیم ہوا اور اس طرح اعلیٰ حضرت مجددِ

مأۃ حاضرہ مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فاتحہ سوم سرکارِ اعظم شریف میں کی گئی"۔ (دبدبۂ سکندری رام پور۔ مورخہ ۷ / نومبر ۱۹۲۱ء بحوالہ بارگاہ خواجہ ہند میں امام احمد رضا کی حاضری ص ۱۰۱ تا ص ۱۰۷)

وادی رضا کی، کوہِ ہمالہ رضا کا ہے

جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

غور فرمائیے! اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلی حضرت کے معاندین آج یہ سوال اٹھا رہے ہیں اور ان سے دور کرنے کیلئے غلط پروپیگنڈہ کررہے ہیں جبکہ یہ واقعات اس سوال سے پہلے ہی معرضِ تحریر میں آچکے ہیں، مگر اہل انصاف ارباب علم ودانش دیکھیں، اعلی حضرت امام احمد رضا کو حضور خواجہ اجمیری اور دیگر آلِ رسول اور اولیائے کرام سے کس قدر محبت وعقیدت تھی جن کے شواہد عرصۂ دراز قبل کی مطبوعہ کتابوں میں بھی ملتے ہیں۔

دربار خواجہ میں خواب کے ذریعہ رضا کی حاضری

قارئین نے امام احمد رضا قدس سرہ کی دربار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا میں بیداری میں حاضری کا واقعہ ملاحظہ کیا، اب رویائے صادقہ صالحہ کے راستے سے بھی ایک واقعہ خود امام احمد رضا کی زبان سے ملاحظہ کرلیں، اصل واقعہ سے قبل یہ ذہن نشین کرلیں کہ ماہِ ربیع الآخر

(ربیع الجیلانی) ۱۳۰۲ھ میں جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سیدنا خواجہ غریب نواز قدس سرہ کے بالواسطہ مرید وخلیفہ محبوب الٰہی سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے قصد سے بریلی شریف سے چلے تو پہلے بارگاہِ غیاث پور کی خاک بوسی کی پھر تین دن کے بعد وہاں سے واپس ہوکر دہلی میں قیام کا عزم فرمایا، حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار پر بہار میں حاضری دے کران کے فضل راسخ کی طرف متوجہ ہوئے اور از راہِ محبت وشوق حضرت کی مدح میں منقبت کے کچھ اشعار کا تحفہ پیش کیا، جب کہ اس سے قبل کثرتِ مطالعہ کے سبب آپ کی چشمِ مبارک میں ضعف آ گیا تھا اور درد بھی۔ الحمد للہ! آپ کا یہ تحفہ بارگاہِ محبوب الٰہی میں قبول ہوا بلکہ حضرتِ خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی بارگاہِ اقدس میں بھی قبول ہوا اور حضرتِ خواجہ نے امام احمد رضا کو اپنی زیارت پُر انوار سے شرفیاب فرمایا، خواب ہی میں امام احمد رضا نے روضۂ خواجہ کی خاک کو اپنی آنکھوں میں لگایا اور چہرے پر مل لیا، پھر کیا تھا وہ ضعف ومرض جو چالیس دن تک علاج و معالجہ کے بعد بھی ٹھیک نہ ہوا تھا، اس خاکِ پاک کی برکت سے دور ہو گیا، درد کافور ہوا اور بینائی بھی اچھی ہوگئی۔۔۔اب امام احمد رضا کا حضرتِ خواجہ کے فیوض و برکات، تصرفات اور کرامات اور ان کی بندہ نوازی کا اعتراف ملاحظہ کیجئے۔

آپ اپنی کتاب مستطاب مجیر معظم شرح اکسیر اعظم میں فرماتے ہیں:

''میں نے کہا، یہ اس پاک تربت کی خاک ملنے کی برکت ہے، اور حضرتِ خواجہ کی یہ بندہ نوازی حضرت محبوب الٰہی کی مدحت کی بدولت ہے''۔

غور فرمایئے! حضرت خواجہ قدس سرہ کی تربت کو ''پاک تربت'' سے تعبیر فرمایا اور فرمایا کہ ''یہ حضرت خواجہ کی بندہ نوازی ہے''۔ اس مقام پر واضح لفظوں میں یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ

''بحمد اللہ! ادھر یہ خواب دیکھا اور ادھر مرض میں نمایاں تخفیف ہوئی''۔

اس کے علاوہ حضرت خواجہ قدس سرہ العزیز کی شان عظمت نشان اور تصرف واختیار کو بڑے ہی نرالے انداز اور اچھوتے الفاظ میں یاد کیا ہے، مثلاً حضرتِ خواجہ کو ''حضرتِ کارساز'' (کام بنانے والے حضرت) کے لقب سے یاد کیا ہے، اس کے متصل ہی آپ کی شان میں خواجۂ غریب نواز، سلطان الہند، وارثِ نبی جیسے عظیم القاب صفحۂ قرطاس پر لائے ہیں، پھر ان کے نامِ نامی اسم گرامی کے ساتھ ''قدس سرہ العلیّ'' کا دعائیہ جملہ استعمال کیا ہے، جس کے معنیٰ ہیں ''ان کی بلند روح مقدس رہے''۔ کہیں قدس اللہ سرہ (اللہ ان کی روح کو مقدس رکھے) کا جملہ لایا ہے، تو کہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی رہے) کا۔

اچھوں کے خواب کا معاملہ یہ ہے کہ آدمی کسی بارگاہ کا مؤدب ہوتا ہے تو خواب میں بھی اس ادب کو ملحوظ رکھتا ہے، امام احمد رضا قدس سرہ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا، انہوں نے حضرتِ خواجہ قدس سرہ اور اپنے سلسلے کے شیخِ طریقت

صاحب البرکات حضرتِ شاہ برکت اللہ مارہروی قدس سرہ کے مزار پر انوار کو خواب میں دیکھا تو ان کی طرف پاؤں کے بل نہ بڑھے بلکہ سر عقیدت کو قدم بنا کر لپکے یعنی قدم کی بجائے سر کے بل حاضرِ دربار عالی ہوئے اور اس اعلیٰ ادب کو مدینہ شریف کی حاضری میں بھی انہوں نے ملحوظ رکھا اور دوسروں کو بھی درس دیا ہے اسی لئے تو کہا ہے:

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا   ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

بہ ادب جھکا لو سرِ ولا   کہ میں نام لوں گل و باغ کا

گلِ تر محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) چمن ان کا پاک دیار ہے

ان کلمات کے بعد اب آیئے اس خواب کے اصل واقعہ کو ملاحظہ کیجئے، جسے ''اکسیر اعظم'' کے نظم کرنے کے داعیہ کے طور پر امام احمد رضا قدس سرہ نے درج کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''اما بعد! گدائے سرکارِ غوثیہ، سگِ کوئے قادریہ عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی، اللہ تعالیٰ اس کا حشر سگانِ مولیٰ میں فرمائے،

عرض پرداز ہے: کہ فقیر نے ماہِ مبارک ربیع الآخر ۱۳۰۲ھ میں سراپا طہارت، حضور پر نور صاحبِ فضلِ عالی، سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی علیہ الرضوان الغیر المتناہی (ان پر رب کی بے پایاں رضا متوجہ ہو) کی زیارت کے قصد سے بریلی سے شدِّ رحال (سفر) کر کے بارگاہِ غیاث پور کی خاک

بوسی کی، تین دن بعد وہاں سے واپس آکر شاہجہاں آباد دہلی میں قیام کا عزم کیا، اس سے دو سال قبل میری داہنی آنکھ میں کثرتِ مطالعہ کے باعث کچھ ضعف آگیا تھا، دل نے کہا آنکھ کی شفا و صفا کی امید پر دوائے چشم کیلئے طبیبوں کے پاس رجوع کیا جا سکتا ہے، میں نے دل کا مشورہ قبول کیا، لیکن چالیس دن تک پہاڑ کھودا، سوکھی گھاس بھی ہاتھ نہ آئی (کوئی چوہیا بھی نہ ملی) سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل راسخ کی جانب توجہ کی، از راہِ محبت و شوق حضرت کی مدح میں چند اشعار لکھے۔

رات کے وقت جب سر تکیے سے لگایا، نیند آگئی، اب خواب مجھے کس دروازے سے اور کس بارگاہ میں لے گیا؟ (وہ سنیے) ایک رنگین جنت نشان مقام ہے، جس کے جنوب میں مسجد ہے اور شمال میں ایک درگاہ ہے، بخت رسا کے ہمراہ جب وہاں پہنچا تو اس احاطے میں تین تربتیں نظر آئیں۔

قبلہ کی جانب حضرتِ کارساز، خواجۂ غریب نواز، سلطان الہند، وارث نبی، قدس سرہ العلیؒ کا مزارِ با امتیاز ہے، اس کے پیچھے ایک ہاتھ کے فاصلے پر ایک ایسے چاند کی منزل ہے جس کی تابندگی سورج کی طرح ہے، جیسے آفتاب اور وقتِ چاشت، اور چاند جب سورج کے پیچھے آئے، یعنی درجات بخشنے والے صاحبِ برکات سیدنا شاہ برکت اللہ مارہروی، روّح روحہ الملک القویؒ، کا مخزن برکات مرقد مبارک ہے، اس کی پشت پر ایک اور قبر ہے جسے میں نہ پہچان سکا۔

سرِ عقیدت کو قدم بنایا، جب پہنچنے کے قریب ہوا تو دیکھا کہ پہلے
خواجۂ بزرگ کا مزار پاک ہے میں پائینتانے بیٹھ گیا، اب کیا دیکھتا ہوں کہ
مرقد کا بالائی حصہ چاک ہوتا ہے اور حضرت خواجہ اس کے اوپر قبلہ رو آرام فرما
ہیں، چشمِ مبارک کھلی ہوئی ہے، قوی، تناور، دراز قامت شخصیت ہے، رنگ
سرخ ہے ساتھ ہی ایک دبدبہ اور شوکت و دلیری بھی عیاں ہے، آنکھیں
کشادہ، داڑھی کے بال سیاہ وسفید، عیب سے دور، محاسن سے بھرپور ذاتِ
مبارک ہے، بے خود ہو کر دوڑا اور اپنے آپ سے بڑھ گیا، وہ خاکِ پا جو
مزار کے چاک ہونے میں برآمد ہوئی تھی، چہرے اور آنکھ پر لگائی، پھر کیا تھا
اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنے لگا اور سورۂ کہف کی تلاوت شروع کردی، دروازۂ
مسجد کے پاس چند مجاور میری تلاوت پر ترش رو ہو گئے کہ نماز کا وقت ہے
اور اس شخص نے تلاوت کا باب کھول دیا، میں نے اپنے دل میں کہا:
سبحان اللہ! ایک بندہ ایک خواجہ کے سامنے قرآن کی تلاوت میں مصروف
ہے، ان کے دل پر کیوں گراں ہو رہا ہے، اس خیال کا دل میں آنا تھا کہ
حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ کے لب اقدس پر تبسم کی شیرینی نمایاں ہو جاتی
ہے، گویا مجھے اشارہ فرما رہے ہیں کہ انہیں چھوڑو، تم پڑھو اور خبردار! اے فقیر
ان کی بات کا کچھ خیال نہ کرنا، اس التفات کی حلاوت نے میرے دل سے

ان ترش رویوں کے انکار کی تلخی مٹا دی۔

اب مجھے یاد نہیں کہ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّ هَيِّءْ لَنَا

مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔ ا(کہف۔آیت نمبر۱۰) تک پہنچا تھا، یا۔ یَنْشُرْ لَکُمْ رَبُّکُمْ مِنْ رَّحْمَتِہٖ وَ یُھَیِّءْ لَکُمْ مِنْ اَمْرِکُمْ مِرْ فَقًا ۲(کہف۔آیت نمبر ۱۶) تک، کہ میری آنکھ کھل گئی، اور وہ باب بند ہو گیا، بحمد اللہ، ادھر یہ خواب دیکھا ادھر مرض میں نمایاں تخفیف ہوئی۔ میں نے کہا یہ اس پاک تربت کی خاک ملنے کی برکت ہے، اور حضرتِ خواجہ کی یہ بندہ نوازی حضرتِ محبوب الٰہی کی مدحت کی بدولت ہے۔

میرا دل جوش میں آیا اور صدا لگائی کہ اے شخص تو نے آنکھ سے دیکھ لیا اور آنکھ پر آزمالیا، تو کوئی پتھر ہی ہوگا اگر اب بھی تیرے یقین میں اضافہ نہ ہو، سن ادھر آ کہ اس سے اہم مدح کی طرح ڈالیں اور کوئے غوثیت کی خاک پر جان نثار کریں، اس کے بعد یہ قصیدۂ مبارکہ جسے جانِ برادر حسن رضا خاں حسن، صین عن المحن (مصیبتوں سے محفوظ رہیں) نے نام تاریخی اکسیر اعظم (۱۳۰۲ھ) سے موسوم کیا، بہت کم وقت میں تیار ہو کر میرے لئے فرحت بخش ہو گیا، درگاہِ بیکس پناہ، قادریت جاہ، علیہ رضوان اللہ سے حسن قبول مطلوب اور متوقع ہے۔ وللارض من کاس الکرام

(۱) اے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کے سامان کر۔ (کہف آیت ۱۰)

(۲) تمھارا رب تمھارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمھارے کام میں آسانی کے سامان بنا دے گا۔ (کہف آیت ۱۶)

نصیب (کریموں کے جام سے زمین کو بھی کچھ حصہ مل جاتا ہے)''۱؎

فضلِ الٰہی وعنایتِ رسالت پناہی سے اچھوں کو اچھا خواب دکھایا جاتا ہے اور شیطان کے تسلط کے سبب بروں کو برا خواب، بلفظِ دیگر صالحین کو رویائے صالحہ سے نوازا جاتا ہے، مجدد اعظم امام احمد رضا ابرار و صالحین، اور علمائے ربانیین واولیائے کاملین میں سے تھے، سچے اور اچھے تھے اسی لئے انہیں بہت سے اوقات میں اچھے ہی خوابوں سے نوازا گیا، بلاشبہ ان کا خواب صادقہ بھی ہے اور صالحہ بھی، وہ عاشقِ خواجہ تھے، واقعہ کے مطابق انہیں خواجہ کا روضہ رنگین، جنت نشان کی شکل میں دکھایا گیا، ان کے حلیہ مبارکہ کی ٹھیک اسی طرح متوازن قد وقامت، خوب وجاہت اور حسین وجمیل چہرے مہرے کے ساتھ زیارت کرائی گئی، جس طرح حضرت کی شخصیت ہے۔ ''چشمِ مبارک کھلی ہوئی ہے، قوی، تناور، دراز قامت شخصیت ہے، رنگ سرخ ہے، آنکھیں کشادہ، داڑھی کے بال سیاہ وسفید، عیب سے دور، محاسن سے بھرپور ذاتِ مبارک ہے''۔

کیا خوب فیضانِ غوث وخواجہ ہے! محبوبانِ خدا خواب میں بھی قرآن مقدس کی تلاوت کرتے نظر آتے اور جیسا دیکھتے ویسا ہی پاتے ہیں، دیکھئے تو سہی، خاکِ تربتِ پاک آنکھوں میں ڈالا ضعفِ بصر ختم ہو گیا اور دردِ چشم سے آرام مل گیا، اسی لئے تو ایک بریلوی عاشقِ رسول نے کہا:

۱؎ مجیر معظم شرح اکسیر اعظم، ص ۱۰۹۔۱۱۴، از قلم: امام احمد رضا محدث بریلوی،
ترجمہ: ادیب شہیر مولانا محمد احمد مصباحی، صدر المدرسین، اشرفیہ مبارک پور،
ناشر: المجمع المصباحی، مبارکپور، مطبوعہ ۱۴۲۳ھ

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اٹھا لے جائے تھوڑی خاک ان کے آستانے سے
(عاشق رسول استاذِ زمن مولانا حسن رضا خاں بریلوی)

ایک اہم سوال اور اس کا جواب:۔ "مجیر معظم" کے دیباچہ کی مذکورہ عبارت کے پڑھنے کے بعد افق ذہن پر ایک سوال ابھر کر سامنے آتا ہے کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے دربار میں حاضری اور ان کی شان اقدس میں اشعار کی صورت میں خراج عقیدت پیش کرنے کے بعد سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کے خوب فیوض و برکات ملے، اور ان کے مزار پر انوار کی پاک مٹی اپنے چہرے کا غازہ اور آنکھوں کا سرمہ بنا لیا تو مرض چشم سے نجات و شفا مل گئی، تو چاہیے یہ تھا کہ اس وقت فیوض و برکات عطا کرنے والے داتا حضرت خواجہ رضی عنہ المولیٰ کی شانِ اقدس میں ایک قصیدہ اکسیرِ اعظم یا کسی اور دوسرے نام سے قلمبند فرماتے، جبکہ حضرت خواجہ کی کرامت ملاحظہ کرنے کے بعد ہی قصیدہ لکھنے کے لئے ان کا دل جوش زن ہوا تھا اور صدا لگائی تھی کہ اے احمد رضا! تو نے حضرت خواجہ کی کرامت کو آنکھ سے دیکھ لیا اور آنکھ پر آزما لیا، ان کے فیوض و برکات اور ان کے تصرفات و کرامات پر تیرا یقین پختہ بھی ہو چلا مگر حضرتِ خواجہ قدس سرہ سے محبت و عقیدت رکھنے اور ان کے فیوض و برکات اور کرامات ملاحظہ کرنے

کے باوجود امام احمد رضا کے دل میں ان کی شان اقدس میں قصیدہ خوانی کا شوق موجزن ہونے کے بجائے غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی مدح وثنا کا شوق موجزن ہوگیا اور دل ودماغ اور قلم کا رخ اچانک غوث اعظم (قدس سرہٗ) کی طرف پھر گیا اور وہیں دہلی میں ان کی شانِ اقدس میں ''قصیدۂ اکسیر اعظم'' لکھ دیا، جس کا تذکرہ ''الملفوظ'' کے حصہ سوم میں بھی کیا ہے، آخر ایسا کیوں؟۔

اس کا جواب کسی مقام پر راقم الحروف دے چکا ہے کہ امام احمد رضا کٹر قادری تھے اور ایک مرید باوفا کو ایسا ہونا بھی چاہیے کہ فیض خواہ کسی بھی بارگاہ سے پائے مگر اپنے ہی شیخ کا فیض سمجھے کہ میرے شیخ ہی نے حکم الٰہی سے اس بارگاہ سے دلایا ہے، اگر وہ کرم نہ کرتے تو یہ بزرگ فیض نہ پہنچاتے، اس سلسلے میں کئی شواہد ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت اور دیگر تصنیفات وملفوظات مشائخ میں ملتے ہیں، جو اربابِ علم ودانش سے مخفی نہیں ہیں، امام احمد رضا تو ایسے فنافی الغوث تھے کہ کسی بزرگ کے دربار سے فیض پانے کے بعد ان بزرگ کا نام لینا بھی چاہتے تو ان کی زبان پر ''یا غوث'' اور ''یا غوثاہ'' کا استغاثہ آجاتا، حکمِ الٰہی سے یہاں بھی ایسا ہوا کہ حضرتِ خواجہ قدس سرہ کے فیوض وبرکات اور تصرفات وکرامات کے دیکھنے کے بعد ان کی مدح کی بجائے قصیدۂ اکسیر اعظم کی صورت میں حضور غوثِ اعظم قدس سرہ کی مدحت لکھنے کا داعیہ وسبب جوش زن ہوگیا، کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرتِ

خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی محسن وآقا ہیں، اس لئے کہ ان پر بھی ان کے فیوض وبرکات کا بادل برسا ہے اور فیض برسانے والے کی مدح وثنا فیض یافتہ کے مقابلے میں زیادہ اہم ہے، نہر کی بجائے سمندر کی تعریف زیادہ اہمیت کا حامل ہے، اگر چہ بسا اوقات نہر کی بھی مدح وستائش کی جائے گی، لہٰذا غوثِ اعظم کے عشق ومحبت نے امام احمد رضا قدس سرہ کے عنانِ قلم کو غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قصیدہ خوانی کی طرف پھیر دیا اور عشق ومحبت سے لبریز دل نے جھوم کر کہا:

"اے احمد رضا! سن ادھر آ کہ اس سے اہم مدح کی طرح ڈالیں اور کوئے غوثیت کی خاک پر جان نثار کریں"

اگر بے بضاعت راقم الحروف کے ناقص جملے آپ کے فکر رسا ذہن سے ہم آہنگ نہ ہوسکیں تو آیئے اس اعتراض کا جواب ادیب شہیر مولانا محمد احمد مصباحی کے دل آویز پیرایۂ بیان میں ملاحظہ کریں، آپ رقمطراز ہیں:

"یہ قصیدہ نظم کرنے کا داعیہ کب اور کیسے پیدا ہوا؟ اسے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے "مجیر معظم" کے دیباچے میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

وہاں ایک سوال یہ سامنے آتا ہے کہ آنکھ کی تکلیف میں اطبا کا علاج کارگر نہ ہوا مگر حضرت خواجۂ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاک پاک دردِ چشم کیلئے "اکسیر" ثابت ہوئی، اور حضرت خواجۂ بزرگ کی نظر عنایت

حضرتِ محبوبِ الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت کے طفیل حاصل ہوئی، اس کا تقاضہ یہ تھا کہ حضرت غریب نواز کی مدح کا شوق موجزن ہو مگر دل میں جو داعیہ جوش زن ہوا وہ سرکار قادریت کی مدح کا تھا جس کے نتیجے میں ایک سدا بہار قصیدہ رقم ہوا اور حضرت مولانا حسن رضا خاں حسن علیہ الرحمہ نے اسے ''اکسیرِ اعظم'' سے موسوم کیا، اس میں رمز کیا ہے۔

اس کے جواب میں مجھے ایک واقعہ یاد آتا ہے جو سیدنا میر عبدالواحد چشتی بلگرامی قدس اللہ سرہ نے ''سبع سنابل'' شریف میں نقل فرمایا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''ایک روز حضرت سلطان المشائخ (محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ایک پالکی پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے، ایک کہار کو چوٹ لگی یا اور کسی درد و تکلیف کی وجہ سے پالکی اٹھانے کے قابل نہ رہا، ایک قلندر بھی وہاں موجود تھے، اس کہار کی جگہ انہوں نے وہ چوڈولہ اپنے کاندھے پر رکھ لیا اور منزل مقصود تک ایک ہی کاندھے پر لے گئے، حضرت مخدوم نے دریافت فرمایا: یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ایک قلندر ہے اور اس نے جو خدمت انجام دی وہ بھی بیان کی، حضرتِ مخدوم نے اس پر نظر عنایت فرمائی، حضرتِ مخدوم پاک کی برکت سے اس کی باطنی کدورت کا زنگ دور ہو گیا اور تمام عالم علوی و سفلی اس پر منکشف ہو گیا، قلندر خوشی میں رقص کرنے لگا اور کہنے لگا: میرے پیر کا فیض مجھ پر پڑ گیا، میرے پیر کی مدد نے میری دستگیری

کی، میرے پیر کی عنایت نے مجھے نوازا، لوگوں نے اس سے کہا: اے قلندر ہوش میں آ، یہ دولت اور نعمت جو تجھے ملی ہے حضرت مخدوم سلطان المشائخ کی نگاہِ کرم کی بدولت ہے، تیرا پیر یہاں کہاں؟

جواب دیا کہ اے دوستو! اگر میرے پیر نے مجھے قبول نہ فرمایا ہوتا تو حضرتِ مخدوم کی یہ نظر عنایت بھی نہ ہوتی لہٰذا جو فیض حضرت مخدوم نے ہمیں بخشا وہ میرے پیر کی قبولیت کے آثار سے ہے کہ پہلے انہوں نے مجھے قبول فرمالیا اس کے بعد حضرت مخدوم نے قبول فرمایا۔

حضرتِ مخدوم کو یہ بات بہت پسند آئی اور ارشاد فرمایا: دوستو! پیر کو ماننا اس قلندر سے سیکھو۔

حضرت مخدوم شیخ سعد بڈھن قدس اللہ روحہ نے رسالۂ مکیہ کی شرح میں یہ قصہ اور ماجرا حضرت مخدوم شیخ بہاء الدین زکریا کے نام لکھا ہے اور یہی صحیح ہوگا، انتہی

حضرت میر بلگرامی قدس سرہ نے اس سے پہلے یہ لکھا ہے کہ "مرید کو چاہیے کہ جو برکت اور فیض اس (دوسرے) پیر سے پائے وہ اپنے پیر کی قبولیت کے آثار سے جانے" اس کے بعد اوپر والا واقعہ درج فرمایا۔

(سنبلۂ دوم، پیری مریدی اور اس کی حقیقت و ماہیت، ص ۵۳۔ آخر بیان شرائط خلوت، اشاعت: مکتبہ قادریہ، لاہور، عکس طبع ۱۲۹۹ھ۔ مطبع نظامی کانپور)

حضرت بلگرامی قدس سرہ کی ہدایت اور اس تفصیلی واقعے کے بعد مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ والعاقل تکفیہ الاشارۃ"۔[۱]

ایک وہم کی مزید وضاحت: گدائے سرکارِ نوری عابد حسین قادری نے یہ واضح کیا تھا کہ حضرت خواجہ قدس سرہ سے متعلق اگر امام احمد رضا کا کوئی منظوم خراج عقیدت نہ بھی ملتا تو اس سے لازم نہیں آتا کہ امام احمد رضا نے اشعار کی صورت میں حضرت کی ثنا خوانی نہ کی ہو، کیونکہ ممکن ہے کہ ان کی شان میں قصیدہ پیش کیا ہو مگر وہ چھپ نہ سکا ہو، گم ہو گیا ہو، کیونکہ امام احمد رضا کے بے شمار رسائل وکتب اب تک نہ چھپ سکے، مثلاً آپ کی تصنیف لطیف "سلطنتِ مصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ" کے حوالے مختلف مقامات پر ملتے ہیں اس کا ایک نسخہ بدایوں شریف کے ایک صاحب کے پاس موجود تھا جیسا کہ محب گرامی مفتی شمشاد حسین بھاگلپوری بدایوں شریف نے راقم الحروف سے فرمایا، مگر وہ بھی دوسری کتابوں کی طرح ہمارے تکاسل وکوتاہی کی نذر ہو گئی اور آج ایک بھی نسخہ اس کا نظر نہیں آتا، اسی طرح حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اقدس میں جو منقبت کے اشعار آپ نے قلمبند فرمائے وہ دستیاب نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب، جن وانس کے طبیب، صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمارے دل کی صدا سن لے اور

[۱] تاب منظّم ترجمہ مجیر اعظم ص ۱۷، ۱۸

اسے اور دیگر سینکڑوں کتب ورسائل کو منظرِ عام پر لانے کے اسباب غیب سے فراہم فرمادے۔

ہمارے مدعا کی تائید "مجیر معظم" کی ایک عبارت کے درج ذیل ترجمہ سے بھی ہوتی ہے، ہم سنّیوں کی خوش قسمتی سے "اکسیر اعظم" کی یہ شرح ایک سوتیس (۱۳۰) سال کے عرصۂ دراز کے بعد صدر العلماء مولانا محمد احمد مصباحی، نبیرۂ سرکار مفتی اعظم حضرت مولانا انس رضا خاں قادری بریلوی، رہبرِ شریعت مولانا عبدالمبین نعمانی اور الحاج جناب سعید نوری صاحبان کی کوششوں سے پہلی بار زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظرِ عام پر آئی ہے، اس میں ایک مقام پر امام احمد رضا نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ

"میرے کلام کی چار بیاضیں گم ہو چکی ہیں"۔

ذہن پر بار نہ ہو تو درج ذیل اقتباس کو زیب نظر کر لیجئے، جس میں چار بیاضوں کے گم ہونے کی صراحت کے ساتھ محبوبانِ خدا کی نعت و منقبت کے نظم کرنے کے حوالے سے آپ کے خلوص و للّٰہیت پر بھی خاصی روشنی پڑتی ہے، آپ کتاب مذکور میں ارشاد فرماتے ہیں:

"ہاں کبھی کبھی محبوبانِ خدا کی مدحت کا شوق جلوہ فگن ہوتا ہے، اور بے زحمتِ فکر خدا جو چاہتا ہے بندہ عرض کرتا ہے پھر اسے جمع کرنے اور محفوظ رکھنے کی فکر نہیں ہوتی، بہت ایسا ہوتا ہے کہ متفرق اوراق پر لکھ ڈالتا ہوں، یہاں تک کہ عربی، فارسی اور اردو منظومات کی چار بیاضیں گم کر چکا ہوں اور فکرِ تلاش سے

آزاد ہوں کہ جو کچھ رقم ہو گیا، وہ انشاء اللہ العزیز اس کثیر السیآت کے نامۂ حسنات میں ثبت ہو گیا، میرے اعمال سے باہر جانے والا نہیں، خواہ میرے ساتھ رہے یا نہ رہے"۔ (مجیر معظم مترجم ص ۱۱۵، مصنفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی، مترجم: ادیبِ شہیر مولانا محمد احمد مصباحی، ناشر: المجمع الاسلامی مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی)

خواجۂ ہند "شہہِ کیواں جناب" ہیں:

حضور پر نور غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجدد اعظم امام احمد رضا کی نظر میں "خواجۂ ہنداں" اور شہہِ کیواں جناب" ہیں۔ قصیدۂ "اکسیرِ اعظم" جسے مجدد اعظم موصوف نے اپنے آقا سیدنا حضور پر نور غوث اعظم محی الدین جیلانی رضی اللہ عنہ کی مدحت و ثنا میں قلمبند فرمایا ہے، اس میں انہوں نے حضرت غریب نواز کو ان دونوں القاب سے یاد کیا ہے، خواجۂ ہنداں کے معنیٰ ہوئے "ہندوستان کے خواجہ" یعنی غیر منقسم ہندوستان کے آقا و مولیٰ، جناب کے معنیٰ ہیں "جائے پناہ" اور "شہہِ کیواں جناب" کے معنیٰ ہیں "زحل ستارہ کا بلند و بالا مقام و مرتبہ رکھنے والے جائے پناہ بادشاہ" کیونکہ "کیواں" زحل ستارہ کو کہتے ہیں جو ساتویں آسمان میں ہے، اور کبھی ساتویں آسمان کو بھی "کیواں" کہا جاتا ہے۔ کرۂ زمین کی تقسیم کی جاتی ہے تو ہر ملک و خطۂ ارض کسی نہ کسی ستارے کے حصے میں آتا ہے اور ہندوستان کی خوش قسمتی ہے کہ یہ کافی بلندی پر رہنے والے یعنی ساتویں آسمان کے ستارے "زحل" کے حصے میں آتا ہے، اعلیٰ حضرت امام

احمد رضا قدس سرہ سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''شہہ کیواں جناب '' یا ''حضرت شہہِ کیواں'' کہہ کر یعنی زحل ستارہ کا بلند و بالا مقام و مرتبہ رکھنے والے بادشاہ سے یاد کر کے یہ اعتقاد رکھتے اور دوسروں کو بھی باور کرانا چاہتے ہیں کہ حضور خواجہ غریب نواز فضل الٰہی و عنایت نبوی سے ولایت و قطبیت کے نہایت بلند مرتبہ پر فائز ہیں اور ولایت و سلطنتِ ہند آپ کو سونپی گئی ہے، اسی لئے صدیوں سے یہ مقولہ ہر خاص و عام کی زبان پر ہے۔

''ہند کے راجہ ہمارے خواجہ''

بلفظِ دیگر: ''شہہ گیواں جناب'' کہہ کر اور بلند و بالا ستارۂ زحل سے تشبیہ دے کر امام احمد رضا قدس سرہٗ سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ ہمارے حضرتِ خواجہ کی شان نہایت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے، جس طرح سب سے بلند آسمان میں رہنے والا ستارۂ ''زحل'' بلند و بالا ہے اور اسی بلند و بالا ستارہ کے حصہ میں آنے والے ملک ہندوستان کے ہمارے خواجہ بادشاہ ہیں۔

اب ''اکسیر اعظم'' کا وہ مدحیہ شعر ملاحظہ کیجئے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ یوں عرض کناں ہیں: شعر

بہر پایت خواجۂ ہنداں، شہہِ گیواں جناب

''بل علیٰ عینی و راسی'' گوید آں خاقاں توئی

ترجمہ: اے غوث اعظم: ہندوستان کے خواجہ اور زحل ستارہ جیسا بلند و بالا

مقام ومرتبہ رکھنے والے بادشاہ (غریب نواز) نے آپ کے قدم کیلئے ''بل علیٰ عینی و راسی'' (بلکہ میری آنکھوں اور میرے سر پر آپ کا قدم ہے) کہا ہے، ایسے بادشاہ آپ ہیں۔

اور شہہِ کیواں جناب کی وضاحت کرتے ہوئے اس شعر کے تحت ''مجیر معظم شرح اکسیر اعظم میں رقمطراز ہیں:

''قلتُ: بہرِ پایت خواجہٗ ہنداں الخ۔ اقول: یعنی اس شعر میں ''خواجہٗ ہنداں'' اور ''شہہِ کیواں جناب'' سے سیدنا معین الحق والدین چشتی اجمیری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مراد ہیں اور یہاں لفظِ ''کیواں جناب'' کی مناسبت عیاں و بے حجاب ہے، اس لئے کہ کرۂ زمین کی جو تقسیم مشہور وزبان زد ہے، اس میں ''ہندوستان'' کیواں (آسمانِ ہفتم کے ستارۂ زحل) کے حصے میں آتا ہے''۔ (ترجمہ از عبارت فارسی)

(مجیر معظم ص ۷۱۔ از قلم امام احمد رضا محدث بریلوی۔

ناشر: المجمع الاسلامی، مبارکپور، اعظم گڑھ، (یوپی) مطبوعہ ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء)

یہاں بھی سلطان الاولیاء حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام اہلسنت اعلیٰ حضرت کا ''سیدنا'' (ہمارے سردار وآقا) اور ''معین الحق والدین'' (حق اور دین متین کی مدد کرنے والے) سے یاد کرنا اور ان کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ دعائیہ جملہ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لانا، حضرت

سلطان الاولیاء کے ساتھ ان کے عشق ومحبت کا پتہ دیتا ہے، پھر یہ کہ کسی بھی شخصیت کا نام بار بار زبان پر لانا، اچھے القابات وخطابات سے یاد کرنا اور بارہا اس کی مدح وستائش کرنا ایک عاشق ومحبّ ہی کا کام ہوسکتا ہے۔

ان تفصیلات کی روشنی میں عدل وانصاف کی نظر رکھنے والے، قلبِ سلیم کے مالک قادری اور چشتی (نہ کہ غادری اور زِشتی) حضرات خود ہی صحیح نتیجے پر پہنچ کر یہ فیصلہ کرلیں گے کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اس عاشق رسول کا نام ہے جو نبی، آلِ نبی، آلِ حسن وحسین سیدنا غوثِ اعظم اور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنھم بلکہ تمام آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اولیاء اللہ عزوجل ورضی اللہ تعالیٰ عنھم کے مراتب شناس، ان کے شیدائی و فدائی، ان کے مدح خواں اور ان کی بارگاہ کے مؤدب اور ان کے زبردست پیروکار ہیں وہ ان محبوبانِ بارگاہ کے آداب سے آشنا ہوکر ان کی شانِ اقدس میں ایسے ایسے القابات وخطابات لائے ہیں، جو ایک محبّ ِخدا، عاشقِ رسول اور فدائے آلِ رسول ہی کی شان ہوسکتی ہے، لہذا اس وفا شناس پر کسی طرح کا الزام دینا خود کو موردِ الزام بنانا اور اپنی دنیا وآخرت برباد کرنا ہے، مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ بدگمانی نہیں کرتا، وہ حتی المقدور برے گمان سے بچتا ہے، خاص طور پر علماء کی بابت سوءِ ظن سے ہمیشہ دور ونفور رہتا ہے، اگر کبھی اس کا شکار بھی ہوا تو استغفار اور کلمہ لاحول پڑھتا ہے وہ آیتِ کریمہ: ''اِجْتَنِبُوْا

کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ز اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" (زیادہ گمان سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہے) کو پیشِ نظر رکھتا ہے۔

کلام رضا میں ذکر خواجہ:۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سرکار اعظم حضور خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی رضی اللہ تعالی عنہ نے سرکار بغداد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے فیوض و برکات سے حظ وافر پایا ہے، جیسا کہ صوفیۂ کرام اور علمائے ذوی الاحترام نے اپنی مستند تصانیف میں اس کا بار بار ذکر فرمایا، اور گدائے قادری راقم الحروف نے بھی اپنی تالیف "مقام غوث اعظم اور امام احمد رضا" میں اس کو ثابت کیا ہے، لہٰذا امام احمد رضا نے اس ضمن میں اشعار کی صورت میں بھی کئی مقامات پر اجمیر اور چشت کا ذکر کیا اور اس طور سے شہنشاہ اجمیر خواجۂ ہند رضی اللہ تعالی عنہ کی خوبیوں کا اعتراف فرمایا ہے، ملاحظہ ہو۔

مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

یہ چشتی، سہروردی، نقشبندی
ہر اک تیری طرف آئل ہے یا غوث

بہر پایت خواجۂ ہنداں، شہِ کیواں جناب
"بل علی عینی وراسی" گوید، آں خاقاں توئی

(حدائق بخشش واکسیر اعظم)

ان شواہد کے بعد بھی اگر کوئی کہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اصالۃً اشعار کی صورت میں حضرت خواجہ کی تعریف کیوں نہ کی؟ نثر ہی کی صورت میں کیوں کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جناب! نظم کی صورت میں کوئی تعریف کرے یا نثر کی صورت میں، بہر صورت تعریف تو ہے، عقیدت و محبت کا اظہار تو ہے، یہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ تعریف صرف لکھنے سے ہوتی ہے؟ یہ کہاں لکھا ہے اور کس بزرگ نے کہا کہ کسی سے محبت وعقیدت کا اظہار اسی وقت ہوگا جب اشعار ہی کی صورت میں ہو؟ ہرگز ایسا نہیں، یہ تو بے سروپا بات ہے، بے بنیاد قول ہے۔

حدیث شریف میں ہے، "کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَأْ بِحَمْدِ اللّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ اَوْ كَمَا قَالَ" (ہر وہ ذی شان کام جو اللہ کی حمد سے شروع نہ ہو، ناقص و بے برکت ہے) دوسری طرف علامہ ابن حاجب علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور کتاب "کافیہ" کے شروع میں اور امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی حدیث کی مستند کتاب بخاری شریف کے آغاز میں حمد الٰہی کا لفظ ذکر نہیں کیا ہے، ان پر اعتراض ہوا کہ آخر انہوں نے حدیث شریف کے خلاف کیوں کیا؟ آغاز کتاب میں "الحمد للہ" کا لفظ کیوں نہ لایا؟ علمائے

حدیث اور علمائے نحو ایک جواب یہ دیتے اور اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا کبھی زبان سے ہوتا ہے اور کبھی تحریر میں، حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ نے یہ کہاں فرمایا کہ تحریر میں ہی حمد الٰہی کا ہونا ضروری ہے قلم سے اللہ کی حمد بجالانا ضروری ہے؟ حدیث تو مطلق ہے، پھر قلم کی قید کیوں؟ جب مقید نہیں تو کوئی زبان سے ہی حمد ادا کر لے تو مذکورہ حدیث پر عمل کرنے والا ضرور ہوگا،

پھر سنو! امام بخاری اور علامہ ابن حاجب نے اگر چہ تحریراً حمد الٰہی کا ذکر نہ کیا، مگر ان جیسے متدین بزرگوں سے یہی امید ہے کہ انہوں نے زبان سے الحمد للہ ضرور ادا کر لیا ہوگا۔

امام احمد رضا کے متعلق اب یہ معاملہ بھی صاف و بے غبار ہو گیا کہ جب کسی بزرگ کی تعریف و توصیف بیان کرنے کیلئے، ان سے عقیدت و محبت رکھنے کیلئے اور اس کے اظہار کیلئے نظم میں ہونا ضروری نہیں، نثر کافی ہے تو اگر امام احمد رضا نے نظم کی صورت میں حضور خواجہ غریب نواز کی مدحت و ثنا بیان نہ بھی کی ہوتی تو نثر کی صورت میں آپ کی کتابیں حضور خواجہ کی تعریف و توصیف سے بھری پڑی ہیں، وہی کافی ہوتیں۔ جیسے امام احمد رضا شیخ عبد الحق محدث بریلوی اور مولانا عبد الغنی نابلسی کی علمی گہرائی سے بہت متأثر ہیں، اپنی تصنیفات میں جا بجا ان کی عبارتیں نقل کرتے اور ان کی مدح و ستائش کرتے ہیں، مگر ان کی شان میں صراحۃً ایک شعر بھی حدائق بخشش

میں نہیں ملتا تو کیا کوئی یہ کہہ سکے گا کہ امام احمد رضا ان سے محبت نہیں کرتے تھے، بغض رکھتے تھے؟ (العیاذ باللہ) اعتراض کرنے والے کرم فرماؤں سے پوچھے تو کوئی، کیا جناب! عقیدت و محبت کے لیے تحریر کا ہونا ضروری ہے؟ کیا کوئی دل میں محبت رکھے اور زبان سے اپنے محبوب کا ذکر کرے تو کافی نہ ہوگا؟ کیا اس کے اظہار کیلئے اشعار کی صورت میں ہونا ضروری ہے؟ کیا نثر کی صورت میں جذباتِ محبت کا اظہار نہیں ہوتا؟ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے تو مذکورہ طریقوں سے حضرت خواجہ کو خوب یاد کیا، جو معترض ہے اس نے تو اتنا بھی نہ کیا، حال کی بات نہیں معلوم، مگر ماضی میں اس کی تحریرات نہیں ملتیں، امام احمد رضا تو بہت اونچی شان والے ہیں، ان کے برادر عزیز استاذ زمن مولانا حسن رضا قدس سرہ کے ایک شعر کے مثل آپ کوئی شعر خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کی شان میں کہہ دیں؟ کیونکہ وہ ایسا شعر ہے کہ بارگاہ خواجہ میں مقبول ہے اور اجمیر معلیٰ میں ایک خاص اور موزوں مقام پر اس کا کتبہ لگا ہے۔

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

مزید وضاحت:۔ ''مقام غوث اعظم اور امام احمد رضا'' کی درج ذیل عبارات سے بھی مندرجہ بالا مدعیٰ واضح ہوکر سامنے آتا ہے جسے کئی سال قبل راقم نے قلمبند کیا تھا، ملاحظہ ہو:

''مجھے خوب یاد ہے کہ چند سال قبل بعض کم عقلوں نے اپنے

قصورِ فہم کے سبب سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہٗ پر بھونڈے انداز میں کیچڑ اچھالنا شروع کیا تھا اور یہ اعتراض کیا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ امام احمد رضا نے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تو بہت تعریف و منقبت بیان کی اور مدح و ستائش کی ہے مگر فلاں بزرگ کی تعریف کہیں نہیں کی جب کہ ان کی تعریف سب کرتے ہیں، ان کے در پہ سب جاتے ہیں اور یقیناً وہ مسلّم بزرگ بھی ہیں، میں نے کہا اگر فلاں بزرگ کی تعریف اعلیٰ حضرت (قدس سرہٗ) کی کتابوں میں نہیں ملتی تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ سیدنا اعلیٰ حضرت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کی تعریف و توصیف نہیں کی اور ان کی شان میں کوئی کلام نہ کہا، بہت ممکن کہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ان کی بھی تعریف و توصیف کی ہو، مگر آپ کا وہ کلام چھپ نہ سکا، کیونکہ آپ نے ایک ہزار سے زائد کتابیں لکھیں لیکن بہت ساری کتابیں اب تک چھپ نہ سکیں یا خورد برد ہو گئیں اور نہ آپ کا تمام شعری کلام ابھی تک مکمل چھپ سکا ہے۔

اس اعتراض و جواب کو جب میری ہمشیرہ مکرمہ نور جہاں خاتون قادری مریدۂ سیدنا ازہری میاں (جو اپنی ذہانت و علمی صلاحیت کے اعتبار سے بہتوں پر فائق ہیں) نے سنا تو فرمایا، ”بات دراصل یہ ہے کہ ہندوستان میں فلاں بزرگ کو عوام و خواص سب جانتے ہیں، ان کے دربار میں بار بار حاضری بھی دیتے ہیں، بہت ممکن ہے کہ اس وقت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ کو ہندوستان میں عوام کے درمیان شہرہ و مقبولیت کم رہی ہو، اس لئے اعلیٰ حضرت

نے سیدنا عبدالقادر جیلانی کا زیادہ ذکر کر کے ہر دل میں، ہر گھر میں آپ کی یاد پھیلادی تا کہ یہ واضح ہو کہ فلاں بزرگ کو تو جانتے اوران سے استفادہ کرتے ہی ہیں، آستانۂ قادریت سے بھی ہندوستان کا ہر فرد بشر آشنا ہو جائے''۔

یہ دونوں جواب یقیناً تشفی بخش ہیں [1] اوران کے اندر یک گونہ معقولیت بھی

---

[1] میں نے اپنی ہمشیرہ موصوفہ کے مذکورہ جواب کو تشفی بخش و معقول اس لیے کہا ہے کہ اس کی تائید دیگر تاریخ نگاروں اور محققین کے اقوال سے بھی ہوتی ہے، ایک زمانے میں واقعی سلسلہ قادریہ کی طرف ہندوستان کے عوام کی توجہ کم رہی ہے، اگرچہ علماء و مشائخ صوفیہ ہر زمانے میں سلسلہ قادریہ سے جڑے رہے ہیں۔ ڈاکٹر مولانا غلام یحیٰ انجم مصباحی صدر شعبہ دینیات ہمدرد یونیورسٹی، دہلی، اپنی مایۂ ناز کتاب ''ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کا بانی کون؟'' میں رقمطراز ہیں ''اپنی کچھ انفرادی خصوصیات کی بنا پر سلسلہ چشتیہ کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی، عوام الناس کا اکثر طبقہ اسی سلسلہ سے وابستہ ہے، سلسلۂ قادریہ و نقشبندیہ سے (ہندوستان میں) اہل علم طبقہ وابستہ ہوا، علماء کی بھاری اکثریت سلسلہ قادریہ سے متعلق ہے، اور آج بھی علماء و فضلاء کے طبقہ میں جو مقبولیت سلسلہ قادریہ کو حاصل ہے، دیگر سلاسل کو نہیں'' (ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کا بانی کون؟ ص ۸) اور اسی کتاب کے اخیر میں ڈاکٹر موصوف یوں رقمطراز ہیں۔ ''سلسلہ قادریہ کے اصول و ضوابط اور اوراد و اشغال چونکہ سخت ہوتے ہیں، اس لیے اس کی طرف عوام نے کم، علماء نے زیادہ توجہ کی، شاید اسی وجہ سے اس سلسلہ کی شہرت عوامی انداز سے نہ ہوسکی، عدم تشہیر کی دوسری وجہ اس کیف و سرور کا فقدان بھی ہے جو وابستگان سلسلہ چشتیہ کو بذریعہ ''سماع'' حاصل ہے'' (حوالہ مذکورہ ص ۴۳) اور اسی کتاب کے ابتدائیہ میں قلم بند کرتے ہیں ''سلسلۂ قادریہ ایک عظیم الشان سلسلہ ہے جس کی شاخیں ہندوستان کے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں پھیلی ہوئی ہیں، اس ملک کی شاید ہی کوئی ایسی خانقاہ ہو جہاں بالواسطہ یا بلاواسطہ قادری فیضان نہ پہنچا ہو، اس عظمت کے باوجود بھی ہمارے مصنفین اپنے قلم کا رخ نہ جانے کیوں اس سلسلے کی طرف نہ موڑ سکے، جبکہ ہندوستان کی سرزمین پر تصوف اور دیگر سلاسل سے متعلق خاطر خواہ کام سامنے آچکا ہے۔ (حوالہ مذکورہ ص ۲)

ہے، مگر ان سے بھی زیادہ معقول اور منکرین فضل غوث و رضا کیلئے تسلی بخش جواب یہ ہے کہ چونکہ مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ مرید تھے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، اس میں بھی سچے اور پکے مرید، متصلب و کٹر قادری تھے، اور مشائخ کی طرح آپ کا بھی مشرب تھا کہ جب تک مرید اپنے شیخ کو اپنے لئے زمانے کے تمام بزرگوں سے افضل و اعلیٰ نہیں جانے فیض نہ پائے گا، امام موصوف کو اس حسن عقیدت و ارادت نے ہر موڑ پر فیضان غوث اعظم سے بہرہ ور کیا، دنیا کو یہ تو معلوم نہ ہوسکا کہ حضرت سیدنا غوث اعظم نے اعلیٰ حضرت کو کیا دیا اور کتنا دیا اور ان سے اعلیٰ حضرت نے کیا لیا مگر اتنا ضرور معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کو اپنا نائب بنا کر نائب غوث الوریٰ سے مشہورِ انام کر دیا، عاشق مصطفیٰ بنا دیا، مجدد اعظم بنا دیا، ۵۰؍ سے زائد علوم کا ماہر بنا دیا اور صرف حضرت نہیں زمانے کا ''اعلیٰ حضرت'' بنا دیا۔

اور فطرتِ وفا شعاری کا تقاضا ہے کہ جس کا کھائے اس کا گائے، اسی لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اولیاء و مشائخ میں حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریفیں زیادہ کیں اور ان کے مقابلے میں دوسروں کی بہت کم، اس نمک حلالی کا اعتراف ایک جگہ یوں کرتے ہیں۔

شعر:۔

من نمک پروردہ ام، شیر مادر خوردہ ام

للہ الحمد شکر بخش، نمک خوراں توئی

(ترجمہ:۔میں نمک پروردہ ہوں، اس لیے کہ ماں کا دودھ پیا ہے۔ اللہ کا احسان ہے کہ آپ نمک خواروں کو شکر عطا فرمانے والے ہیں)

اس حقیقت کو یوں سمجھئے کہ:

''تین قلندر نظام الحق والدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کھانا مانگا، خدام کو لانے کا حکم فرمایا، خادم نے جو کچھ اس وقت موجود تھا ان کے سامنے رکھا، ان میں سے ایک نے وہ کھانا اٹھا کر پھینک دیا اور کہا اچھا کھانا لاؤ، حضرت نے اس ناشائستہ حرکت کا کچھ خیال نہ فرمایا، خدام کو اس سے اچھا لانے کا حکم فرمایا، خادم پہلے سے اچھا لایا، انہوں نے پھر پھینک دیا اور اس سے بھی اچھا مانگا، حضرت نے اور اچھے کا حکم دیا، غرض انہوں نے اس بار بھی پھینک دیا اور اس سے بھی اچھا مانگا، اس پر اس قلندر کو اپنے پاس بلایا اور کان میں ارشاد فرمایا کہ ''یہ کھانا اس مردار بیل سے تو اچھا تھا جو تم نے راستہ میں کھایا''، یہ سنتے ہی قلندر کا حال متغیر ہوا، راہ میں تین فاقوں کے بعد ایک مرا ہوا بیل جس میں کیڑے پڑ گئے تھے، ملا تھا، اس کا گوشت کھا کر آئے تھے، قلندر حضور کے قدموں پر گرا، حضور نے اس کا سر اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا اور جو کچھ عطا فرمانا تھا، عطا فرما دیا، اس وقت وہ وجد میں رقص کرتا اور یہ کہتا تھا کہ ''میرے مرشد نے مجھے نعمت عطا فرمائی''، حاضرین نے کہا، بے وقوف! جو کچھ تجھے ملا وہ حضرت کا عطا کیا ہوا ہے، یہاں تک تو بالکل خالی آیا تھا، کہا بے وقوف تم ہو، اگر میرے مرشد نے مجھ پر نظر نہ کی ہوتی تو حضور کیوں نظر فرماتے، یہ اس نظر کا ذریعہ ہے، اس پر حضرت نے کہا، یہ سچ کہتا ہے اور فرمایا،

"بھائیو! مرید ہونا اس سے سیکھو!"[۱]

اس واقعہ میں صراحت ہے کہ حضرت محبوب الٰہی چشتی قدس سرہٗ العزیز نے قلندر مذکور کو سینے سے لگا کر بہت ساری نعمتیں عطا کیں، مگر ان قلندر صاحب نے ایک مرتبہ بھی حضرت کی تعریف نہ کی اور شکریہ ادا نہ کیا بلکہ اپنے پیر و مرشد ہی کی تعریف کی اور انہیں کا شکریہ ادا کیا اور حضرت نے ان کے اس فعل کو برا نہ جانا بلکہ اسے سراہا اور آداب مریدین میں ان کے اس رویہ کو شمار کیا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہر حال میں مرید کو اپنے پیر و مرشد کا شکریہ بجالانا چاہئے اور اٹھتے بیٹھتے اپنے شیخ ہی کو یاد کرنا چاہئے اور جو نعمت بھی کسی کے ذریعہ سے ملے اسے اپنے پیر ہی کی عطا سمجھنا چاہئے، یہی تو سیدنا اعلیٰ حضرت نے کیا ہے، اس لیے دل یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ آداب مریدین سیکھنا ہو تو ہر کوئی امام احمد رضا سے سیکھے۔

بلاشبہہ مجدد اعظم محدث عالم امام احمد رضا قدس سرہٗ نے دوسرے سلسلہ کے مشائخ کی تعریف اور منقبت خوانی کم بیان کر کے اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ثنا خوانی زیادہ کر کے بیعت وارادت کا معنی اہلِ خرد کے دل میں راسخ کر دیا ہے، چنانچہ بیعت کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں،

"بیعت اسے کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ منیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مرید دریا میں ڈوب رہے تھے، حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے

---

[۱] الملفوظ، حصہ اول، ص ۱۳۔ ناشر، قادری کتاب گھر، بریلی شریف۔

اور فرمایا اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال لوں'' ان مرید نے عرض کی، یہ ہاتھ حضرت یحییٰ منیری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے ہاتھ میں دے چکا ہوں، اب دوسرے کو نہ دونگا، حضرت خضر علیہ وعلی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام غائب ہوگئے اور حضرت یحییٰ منیری ظاہر ہوئے اوران کو نکال لیا'' [1]

علماء کرام ومشائخ صوفیۂ عظام علیہم الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں، سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کا رتبہ اور آپ کی عظمت اولیاء میں ایسی ہی ہے جیسے انبیاء میں نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم وبارک وسلم کی۔

غوث اعظم درمیان اولیاء
چوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم درمیان انبیاء

جواب کا دوسرا رخ:۔ آج دیکھا یہ جاتا ہے کہ تمام مسلمان خواص و عوام اپنے نبی کونین صلی اللہ تعالی علیہ وبارک وسلم کی نعت و مدحت زیادہ بیان کرتے ہیں اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی بہت کم، یا بیان کرتے بھی ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وبارک وسلم کی مدح ونعت کے ضمن میں، یہ اس لئے کہ ہم رسول دو جہاں صلی اللہ تعالی علیہ وبارک وسلم کے امتی اور غلام ہیں اور اس لئے کہ ان کا مرتبہ وعظمت اور شان ورفعت سب سے اعلی و افضل ہے، جن نبیوں کو جو ملا ان سے ملا، انہیں کے فیض سے وہ سب نبی

---

[1] الملفوظ، حصہ دوم، ص ۴۷، مرتبہ: حضور مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا بریلوی قدس سرہ۔

بنائے گئے، لہذا نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وبارک وسلم کی مدح وستائش اصالۃً کرتے ہیں اور خوب کرتے ہیں اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی ضمناً، اسی طرح مجدد اعظم امام احمد رضا نے دیکھا کہ ہم غوث اعظم سیدنا محبوب سبحانی کے مرید ہیں، نسبت قادریت رکھتے ہیں اور سیدنا غوث اعظم (رضی اللہ تعالی عنہ) کا رتبہ ودرجہ سارے مروّجہ سلسلوں کے شیوخ سے اعلی و برتر ہے اس لیے ان کی تعریف وتوصیف زیادہ اور مطابقی طور پر ہونی چاہئے اور دوسرے مشائخ کرام کی کم یا ضمنی طور پر، جیسے امام موصوف نے خواجۂ خواجگان سلطان الہند حضرت معین الدین حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تعریف کہیں تو صراحۃً کی ہے اور کہیں بواسطۂ غوث اعظم یوں۔

مزرع چشت وبخارا و عراق واجمیر
کونسی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

بہر پایت خواجۂ ہنداں، شہِ کیواں جناب
بل علیٰ عینی وراسی گوید آں خاقاں توئی

یہ چشتی ، سہروردی ، نقشبندی
ہر اک تیری طرف آئل ہے یا غوث

جب بات چھڑ گئی ہے عطائے رسول حضرت خواجۂ ہند اجمیری (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) کے یاد کی، تو جاننا چاہئے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ سید ہیں اور شاہ کونین نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہزادے، اس اعتبار سے بھی آپ کی شرافت

بلند و بالا اور آپ کی سیادت اعلیٰ ہے، نیز آپ رضی اللہ عنہ کاملان طریقت و حاملانِ شریعت میں سے ہیں اور امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہٗ اپنے مشہور و معروف سلام میں تمام شہزادگانِ شاہ دو جہاں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ان لفظوں میں یاد کرتے، تعریف و توصیف بیان کرتے اور ان پر درود و سلام نچھاور کرتے ہیں۔

اور جتنے ہیں شہزادے اس شاہ کے ۔۔۔ ان سب اہلِ مکانت پہ لاکھوں سلام
ان کی بالا شرافت پہ اعلی درود ۔۔۔ ان کی والا سیادت پہ لاکھوں سلام
کاملانِ طریقت پہ کامل درود ۔۔۔ حاملانِ شریعت پہ لاکھوں سلام

پھر مجدد اعظم محدث بریلوی اپنے سلسلہ کے مشائخ کرام اور تمام شہزادگان رسول علیہ و علیہم الصلاۃ و السلام کا ذکر کرنے کے بعد بارگاہ رب العزت میں یوں عرض کناں ہیں۔

تیرے ان دوستوں کے طفیل اے خدا ۔۔۔ بندۂ ننگِ خلقت پہ لاکھوں سلام

سوچئے تو سہی کہ اب بھی کوئی مجال دم رکھ سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فلاں مسلَّم بزرگ کی تعریف نہیں کی یا خواجۂ خواجگان علیہ الرحمۃ والرضوان کی توصیف نہیں کی، اس لئے وہ موردِ طعن ہیں؟ (العیاذ باللہ) الحمد للہ! یہ وہ کھلی شہادت ہے کہ اس کے بعد کسی دوسری شہادت کی ضرورت نہیں، اس کے علاوہ اور بھی کئی مقامات ہیں، جہاں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا ذکر بڑی ممنونیت کے ساتھ کیا ہے، ہاں اگر یہ

معترض اس مسلّم بزرگ یا خواجۂ خواجگان کو اس شاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا شہزادہ نہ جانے، صاحب مرتبہ و اہل مکانت و مرتبہ میں سے تسلیم نہ کرے، بلند و بالا شرافت والا نہ مانے، اہل سیادت و سادات میں سے شمار نہ کرے، کاملانِ طریقت اور حاملانِ شریعت میں سے نہ مانے تو یہ اس کی اپنی سرشت کی بات ہوگی، ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ جس مسلّم ولی یا خواجۂ خواجگان علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات سے متعلق یہ اعتراض کر رہا ہے وہ بلا شبہہ سارے مسلمانوں کے نزدیک اور خود مجدد اعظم محدث بریلوی کی نظر میں شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے شہزادے اور اہل مرتبہ و مکانت ہیں، اعلیٰ شرافت والے اہل سیادت ہیں، کاملانِ طریقت و شریعت سے ہیں اور جب وہ اس شان کے ہیں اور بلا شبہ ہیں تو مجدد اعظم نے صریحاً ان کی تعریف و توصیف کی، دلکش انداز میں مدح سرائی اور منقبت خوانی کی اور ان کو درود و سلام کا تحفہ نذر کیا بلکہ خواجۂ خواجگان علیہ الرحمۃ والرضوان اور دیگر سادات کرام کو واسطہ بنا کر انہوں نے اپنے لیے رب العزۃ کی بارگاہ اقدس میں دعا بھی کی۔

حضور خواجۂ ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کو غریب نواز کہا جاتا ہے، ہر دور میں آپ کو اس نام سے پکارا گیا ہے، کچھ بے عقل لوگ اس کا انکار کرتے ہیں، محدث عالم امام احمد رضا قدس سرہٗ سے دریافت کیا گیا کہ ان کو غریب نواز کے لقب سے پکارنا جائز ہے یا نہیں؟ امام موصوف حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی طرف سے سپر بن کر کھڑے ہوئے اور دلیل سے ثابت کیا کہ حضور خواجہ خواجگان

ضرور غریب نواز ہیں، بلکہ بڑے ادب واحترام اور آداب والقاب کے ساتھ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا نام لیتے ہیں، فتاویٰ رضویہ جلد نہم، ص ۹ میں لکھتے ہیں،

''حضرت سلطان الہند معین الحق والدین ضرور غریب نواز ہیں''

اور ''ذیل المدعا شرح احسن الوعا'' میں دعاؤں کی قبولیت کے چوالیس مقامات گنائے ہیں ان میں انتالیسویں مقام پر دربار خواجۂ ہند کو امام اہل سنت موصوف نے شمار کیا ہے کہ یہاں بھی دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں،

''سی ونہم مرقدِ مبارک حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدین چشتی قدس سرہٗ'' (ذیل المدعا صفحہ ۳۲۔ ناشر:۔ رضا اکیڈمی بمبئی)

ملفوظات اعلیٰ حضرت میں نہایت مؤدب انداز میں حضرت خواجہ کو یاد کیا ہے اور آپ کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہوا ہے،

''حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما ہوئے''۔ (الملفوظ حصہ چہارم ص: ۴۳)

ان شواہد کے بعد کیا کوئی یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ امام اہل سنت امام احمد رضا نے حضرت خواجۂ ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی تعریف نہیں کی؟ یا معاذ اللہ، انہیں حضرت سے بغض تھا، اس لئے ان کا تذکرہ نہیں کیا؟

جواب کا تیسرا رخ:۔ موجودہ مشہور سلسلے جتنے ہیں سب پر غوث اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فیض رہا ہے اور ہے خواہ سہروردیہ ہو یا نقشبندیہ یا چشتیہ، تینوں سلاسل پر سیدنا غوث اعظم عبدالقادر جیلانی کے فیضان کرم کا جھالا برسا ہے اور آپ ہی کے طفیل یہ تینوں سلسلے قائم ہوئے۔ [1]

چنانچہ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی رقمطراز ہیں،

''سلسلۂ قادریہ ایک ایسا عظیم الشان سلسلہ ہے جس کی شاخیں ہندوستان کے شرق و غرب اور شمال و جنوب میں پھیلی ہوئی ہیں، اس ملک کی شاید ہی کوئی ایسی خانقاہ ہو جہاں بالواسطہ یا بلاواسطہ قادری فیضان نہ پہنچا ہو'' [2]

اس عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ سارے سلسلے پر حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیضان و احسان ہے، تمام سلسلے آپ کے فیض یافتہ اور احسان مند ہیں، آپ ولایت کے دریا ہیں اور باقی سلسلہ والے نہر و نالہ اور ہر نہر و نالہ اسی سمندر کا فیض یافتہ ہے، آپ آفتاب ولایت ہیں اور بقیہ ستارے اور ستارے آفتاب سے روشنی لیکر ہی چمکا کرتے ہیں، حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انہیں کمالات و

---

[1] تفصیل کیلئے دیکھئے تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ بحث حالات غوث اعظم مصنفہ مولانا عبدالمجتبیٰ شہید مرحوم

[2] ابتدائیہ ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کا بانی کون؟ ص ۲۔

اختیارات کی نشاندہی مجدد اعظم محدث بریلوی مندرجہ ذیل اشعار میں کرتے ہیں۔

کس گلستاں کو نہیں؟ فصل بہاری سے نیاز
کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا
راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدام
باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا
نہیں کس چاند کی منزل میں تیرا جلوۂ نور
نہیں کس آئینہ کے گھر میں اجالا تیرا
مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا
یہ چشتی، سہروردی، نقشبندی
ہر اک تیری طرف آئل ہے یاغوث

اور جب ثابت ہو چکا کہ تمام سلاسل پر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیض ہے، سارے سلسلہ والے غوث اعظم کے محتاج و فیض یافتہ ہیں، کل سلسلہ نہر و نالہ ہے اور سلسلۂ قادریہ دریا و سمندر، تو اسی لئے مجدد اعظم امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت سب کو فیض بانٹنے والے آقا غوث اعظم کی ہی زیادہ تعریف کرتے ہیں، وہ تو امام احمد رفاعی جیسے اجلۂ اکابر کی سنت ادا کرتے ہیں کہ، ”حضرت امام موصوف کے ایک مرید بارگاہ غوثیت میں

میں حاضر تھے، عرض کی، مجھے اپنے شیخ کی زیارت کا شوق ہے، حضور نے ایک شیشہ سامنے رکھ دیا، اس میں شیخ کی شکل نظر آئی کہ دانتوں میں انگلی دبائے فرما رہے ہیں، جو بحر (سمندر) کے پاس ہو وہ جدول (نالہ) کو چاہے؟'' (یعنی ہرگز ایسا نہیں چاہیئے بلکہ جب شریعت وطریقت کے سمندر حضور غوث اعظم کے پاس ہو تو انہیں سے فیض حاصل کرو، انہیں کی زیارت کا شوق رکھو)

پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے، جو فنا فی الشیخ اور مستغرق فی محبۃ الشیخ ہو، وہ جب بھی زبانِ تعریف کھولے گا اپنے ہی شیخ ومرشد کے حق میں رطب اللسان رہے گا، یہ عیب نہیں، یہ تو خوبی ہے، مجھے ایسا معلوم ہوا ہے کہ کچھ گمراہ پیروں اور دیو کے بندوں نے جب یہ دیکھا کہ سلسلۂ قادریہ ورضویہ کو خوب خوب فروغ حاصل ہو رہا ہے اور جاہل پیروں، ڈھونگی فقیروں اور وہابیہ زمانہ کا زوال ہوتا جا رہا ہے تو انہوں نے یہ شوشہ چھوڑا، مگر اس کے سبب اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت پر انشاء اللہ تعالیٰ کچھ اثر نہیں پڑ سکتا ان کی مقبولیت اور عام وتام ہو جائے گی۔

مدعیٰ کی تائید ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی مرحوم کے قلم سے

چلتے چلتے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے رسالہ ''حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات'' کی ایک عبارت پھر اس پر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی مرحوم، بریلی شریف کا تبصرہ بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

آپ رقمطراز ہیں:

''حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز، سیدنا غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تصرف اور فیض کی بابت حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کا یہ حوالہ پیش فرما کر کہ حضرت امیر ابوالعلیٰ قدس سرہٗ نے دربار خواجہ کی حاضری میں کس طرح فیوض حاصل کیے، حضرت خواجہ بزرگ رضی الرحمٰن عنہٗ کے فیوض وتصرفات کی مزید تصدیق کرتے ہیں۔

''مزار فائض الانوار حضرت معین الدین چشتی قدس سرہٗ متوجہ بودند و ازآنجناب دلربائیہا یافتند'' (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم)

یعنی حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے مزار فائض الانوار پر حاضر ہوکر متوجہ ہوئے اور اس جناب سے دلربائیاں اور فیوض حاصل کیے۔

تبصرہ: حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پاک کی حاضری دی، انہیں حضرت خواجہ سے بڑی عقیدت و محبت تھی، وہ سرکار خواجہ کے فیوض و برکات، اختیارات وتصرفات اور کرامات بیان کر کے ان کی عظمت و بزرگی ظاہر کرتے ہیں، مزار خواجہ کو مقامات اجابت میں شمار کرتے ہیں، انہیں سلطان الہند اور غریب نواز بھی مانتے ہیں''۔ [۱]

---

[۱] ماہنامہ سنّی دنیا بابت جولائی ۲۰۰۸ء ص ۱۹

آستانۂ خواجہ پر برادرِ اوسط مولانا حسن رضا خاں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کو عطائے رسول حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عشق و محبت تھی ہی اور آپ کو حضور کے دربار میں حاضری کا شرف تو ملا ہی ہے، آپ کے خانوادے کے افراد کو بھی یہ شرف خوب ملا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت کے برادر اوسط، عاشق رسول، شاعر نعت، استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کا درج ذیل کلام اسی محبت اور ثنا خوانی کی جیتی جاگتی تصویر ہے، ملاحظہ ہو:

منقبت حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

مئے سر گوش در آغوش ہے شیشہ تیرا
بیخودی چھائے نہ کیوں پی کے پیالہ تیرا

خفتگانِ شبِ غفلت کو جگا دیتا ہے
سالہا سال وہ راتوں کا نہ سونا تیرا

ہے تیری ذات عجب بحرِ حقیقت پیارے
کسی تیراک نے پایا نہ کنارہ تیرا

جورِ پامالیٔ عالم سے اسے کیا مطلب
خاک میں مل نہیں سکتا کبھی ذرہ تیرا

کس قدر جوشِ تحیر کے عیاں ہیں آثار
نظر آیا مگر آئینہ کو تلوا تیرا

گلشن ہند ہے شاداب، کلیجے ٹھنڈے
واہ اے ابرِ کرم زور برسنا تیرا

تختۂ گلشنِ فردوس ہے روضہ تیرا کیا مہک ہے کہ معطر ہے دماغِ عالم

اس طرف بھی کبھی اے مہر ہو جلوہ تیرا تیرے ذرے پہ معاصی کی گھٹا چھائی ہے

بحر و بر میں ہمیں ملتا ہے سہارا تیرا تجھ میں ہیں تربیتِ خضر کے پیدا آثار

آنکھیں پر نور ہوں پھر دیکھ کے جلوہ تیرا پھر مجھے اپنا درِ پاک دکھا دے پیارے

سایہ گستر سرِ خدام پہ سایہ تیرا ظل حق غوث پہ ہے، غوث کا سایہ تجھ پر

دنگ رہ جاتے ہیں سب دیکھ کے رتبہ تیرا تجھ کو بغداد سے حاصل ہوئی وہ شان رفیع

بحر بغداد ہی کی نہر ہے دریا تیرا کیوں نہ بغداد میں جاری ہو تیرا چشمۂ فیض

کتنا اونچا کیا اللہ نے پایہ تیرا کرسی ڈالی تری تخت شہِ جیلاں کے حضور

کیوں کہوں رشک دہ بدر ہے تلوا تیرا رشک ہوتا ہے غلاموں کو کہیں آقا سے

نہ مَلک خاص بشر کرتے ہیں مجرا تیرا بشر افضل ہیں ملک سے تری یوں مدح کروں

اولیاء سر پہ قدم لیتے ہیں شاہا تیرا جب سے تو نے قدمِ غوث لیا ہے سر پر

اے حسنؔ کیوں نہ ہو محفوظ عقیدہ تیرا[1] محی دیں غوث ہیں اور خواجہ معین الدین ہے

"پھر مجھے اپنا درِ پاک دکھا دے" والے شعر پر دوبارہ نظر ڈالیے، بلاشبہ یہ باور کراتا ہے کہ مولانا حسن رضا خاں اس سے قبل دربارِ خواجہ میں حاضری دے چکے تھے، اس شعر کے ذریعہ دوبارہ حاضری کی عرضی پیش کر رہے ہیں۔

---

[1] ذوق نعت، ص ۱۱، ۱۲، استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ، ناشر: قادری دار الاشاعت، مصطفیٰ مسجد ویلکم، دہلی

اجمیر مقدس میں شہزادۂ اکبر حجۃ الاسلام کی حاضری

اجمیر مقدس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے شہزادۂ اکبر حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا قدس سرہ نے بھی حاضری دی ہے جیسا کہ ''تجلیات حجۃ الاسلام'' کے ص ۱۱۳/۱۱۴ پر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی مرحوم نے اس کی تفصیل درج کی ہے۔

اعلیٰ حضرت کی طرح حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم قدست اسرارھم کو بھی ان تیرہ سلسلوں کی اجازتیں حاصل ہیں جس کا تذکرہ ''الاجازات المتینہ'' میں ہے۔ اور یہ حضرات بھی اپنے خلفا کو اور سلاسل کے ساتھ سلسلۂ چشتیہ جدیدہ وقدیمہ کی اجازتیں دیتے تھے، بروقت حجۃ الاسلام کا وہ خلافت نامہ پیش نظر ہے جو انہوں نے مولانا سید ریاض الحسن جودھ پوری (علیہ الرحمہ) کو عنایت فرمایا اس میں صراحت ہے کہ ''میں نے تجھے سلسلۂ قادریہ وغیرہ کے ساتھ سلسلۂ چشتیہ قدیمہ وجدیدہ کی بھی اجازت دی'' یہ خلافت نامہ تذکرۂ جمیل میں مطبوع ہے۔

شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم کی دربارِ خواجہ میں حاضری

الحاج مولانا سید فرقان علی رضوی چشتی گدی نشین آستانۂ عالیہ اجمیر شریف اپنے مضمون میں یوں رقمطراز ہیں:

''شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدارِ اہلسنت سرکار مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ

کا یہ معمول رہا ہے کہ پانچ رجب کو اجمیر پہونچ کر خانقاہِ رضویہ، رضوی گلی بر مکان مولوی سید احمد رضوی چشتی ولد سید حسین علی رضوی وکیل جاورہ کے دولت کدہ پر قیام فرماتے اور انہیں کی وکالت سے حاضر آستانۂ سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوا کرتے تھے اور ۹؍رجب کو اجمیر شریف سے رخصت ہو کر عرس نوری میں مارہرہ شریف پہنچتے تھے، آج بھی اپنے اسلاف کی سنت پر عمل کرتے ہوئے جگر گوشۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ مولانا مفتی اختر رضا خان صاحب وخانوادۂ رضا اپنے قدیم دعا گو کے دولت کدہ پر قیام فرما کر انہیں کے توسل سے حاضری دیتے ہیں، اسی ضمن میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند نوری علیہ الرحمہ و دیگر اکابرین وخانوادۂ رضا کے جلیل القدر علماء نے ایک وکالت نامہ حضرت سید صاحب قبلہ مولوی سید احمد علی رضوی چشتی کے حق میں تحریر فرمایا ہے جس کا مفہوم اس طرح ہے۔

''میں مخدوم محترم ذی المجد والکرم جناب قادری چشتی الحاج مولوی سید احمد علی رضوی صاحب وکیل جاورہ کی وکالت سے آستانۂ عالیہ سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضری دیتا رہا ہوں اور میں تمام عقیدت مندان طریقت وخواجہ تاشان رضویت و برادرانِ اہل سنت کو مخلصانہ ہدایت کرتا ہوں کہ وہ بھی میرے وکیل دعا گو سید صاحب قبلہ کی وکالت سے حاضر آستانہ ہو کر فیوض و برکات حاصل کریں اور نذر و نیاز و حاضری کا انہیں سے تعلق رکھیں۔

اللہ تعالیٰ وعز وجل تا قیامت سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایۂ رحمت تمام اہل سنت و جماعت پر قائم رکھے آمین''

مذکورہ وکالت نامہ پر جن اکابرین وعلماء ومفتیان نے دستخط فرمائے اور تحریر وکالت کی ہے، اس میں سرکار مفتی ٔ اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب، خلیفہ ٔ اعلیٰ حضرت برہانِ ملت مولانا مفتی برہان الحق صاحب قبلہ جبلپوری، مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسہ، مولانا غلام جیلانی میرٹھی صاحب استاذِ مولانا ریحان رضا خان نواسۂ حضور مفتی اعظم ہند، مولانا ریحان رضا خان، تاج الشریعہ حضرت مفتی اختر رضا خان صاحب و احسن العلماء مولانا حسن برکاتی مارہروی صاحب، مفتی رجب علی نانپارہ وغیرہ"[1]

سید صاحب موصوف نے شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند کے جس وکالت نامہ کا تذکرہ کیا ہے وہ درج ذیل ہے، جس پر حضرت کے ساتھ اور بھی کئی علماء کے دستخط ہیں۔

وکالت نامۂ علماء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم الحمد للہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ مولانا و سیدنا محمد نِ الُمصطفٰی وعلی الہ وصحبہ اولی الصدق والصفا.

خواجۂ خواجگاں سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اقدس مرجعِ خلائقِ خاص وعام ہے، یہی وہ آستانۂ مقدسہ ہے جہاں

---

[1] ماہنامہ سنّی دنیا بریلی شریف ص ۲۲ تا ۲۴، بابت دسمبر ۲۰۰۸ء

سلاطین زمانہ غلامانہ طور پر حاضر ہوتے رہے اور آج بھی ہزاروں علماء، صلحاء خواجۂ خواجگاں ولی الہند رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں جبین نیاز خم کرتے ہیں، خادم آستانۂ غریب نواز جناب الحاج الشاہ سید حسین علی صاحب رضوی وکیل جاورہ کی وکالت سے حاضر آستانہ ہوتا رہا اور میں تمام عقیدت مندان طریقت و خواجہ تاشان رضویت و برادران اہل سنت کو مخلصانہ ہدایت کرتا ہوں کہ وہ بھی وکیل جاورہ جناب قادری چشتی مولوی سید احمد علی صاحب رضوی زیدت عنایتہٗ کی وکالت سے حاضر آستانہ ہوکر فیوض و برکات حاصل کریں اور نذر و نیاز و حاضری کا ان سے تعلق رکھیں۔ اللہ عزوجل تا قیامت سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کا سایۂ رحمت تمام اہل سنت و جماعت پر قائم رکھے۔ آمین وما ذلک علی اللہ بعزیز"۔

فقیر مصطفیٰ رضا خاں قادری غفرلہ

۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

محمد برہان الحق قادری رضوی سلامی جبلپوری

محمد رجب علی قادری غفرلہٗ

محمد منصور علی خاں قادری رضوی محبوبی

اس کے بعد ایک اور وکالت نامہ اسی ماہنامہ سنی دنیا بابت دسمبر ۲۰۰۸ء پر درج ہے جس پر نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفتی اختر رضا خاں وغیرہ کے دستخط ہیں۔

خاتمہ منجملہ آلِ رسول اور شہزادگانِ بتول کی مدح وثنا میں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا مؤیَّد من اللہ تھے، تائیدِ الٰہی سے ایسی خوبیوں کے جامع ہوئے کہ آپ کو "آیَۃٌ مِّنْ آیَاتِ اللّٰہِ" اور "مُعْجِزَۃٌ مِّنْ مُعْجِزَاتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ" کے پر وقار القاب سے یاد کیا جاتا ہے، ایسا انسان ہر جہت سے کامیاب و کامران رہتا ہے، اسی لئے آپ کی زندگی کے تمام گوشے نہایت روشن و تابناک نظر آتے ہیں، عشق کی جہت سے دیکھئے تو وہ اپنے رسول محسن انسانیت ﷺ کے ایسے بادہ خوار ہوئے کہ ان کے تمام صحابۂ کرام، اہل بیت عظام، آل اطہار بلکہ ان کے در کے تمام غلاموں کے بھی عاشق وشیدائی بن گئے، عاشق صادق وہی ہے جو اپنے محبوب کی ہر ادا کے ساتھ ہر اس چیز کا بھی محبّ ہو جائے جسے کسی جہت سے بھی اس محبوب سے نسبت حاصل ہو جائے، یعنی محبوب کی طرف جو چیزیں بھی منسوب ہو گئیں، وہ سب محبّ کی نظر میں محبوب و پسندیدہ اور قابل احترام ہو گئیں، وہ اپنے محبوب کے شہر و مسکن، کوچۂ وراہ اور در و دیوار سے بھی محبت و الفت کرتا حتیٰ کہ سگِ کوچۂ یار کو بھی چوم لیا کرتا ہے، جیسے عشق مجازی کرنے والا جب کسی کو اپنا محبوب بناتا ہے تو اس کے ماں باپ، بھائی بہن، خویش و اقارب اور اس کے دیار سے بھی محبت کرنے لگتا ہے۔ محبت کا کرشمہ تو دیکھئے: راقم نے کہیں پڑھا تھا کہ سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار ایک کتے کو بہت پیار و محبت کی نگاہ سے دیکھنے لگے،

اور کافی دیر تک اسے دیکھتے رہے، کسی نے سوال کیا: حضور اسکی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: اسی شکل وصورت کا ایک کتا میرے شیخ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے یہاں تھا جوان کے دربار کے ٹکڑوں پر پلا کرتا تھا، اسی لئے اسے محبت بھری نگاہ سے دیکھ رہا ہوں۔

عشق جاناں سے آشنا ہونے کیلئے ایک اور عاشق دل گیر کے عشق کے انداز دلربا کو ملاحظہ کر لیجئے۔

حج سے واپسی کے بعد جب کسی حاجی سے امام احمد رضا کی ملاقات ہوتی تو فرماتے، حاجی صاحب! کیا آپ نے مدینہ شریف پہنچ کر سرکار ﷺ کے روضے پر حاضری دی؟ جوں ہی ہاں میں جواب ملتا فوراً اس کے قدموں میں گر جاتے اور اپنے دونوں ہونٹوں سے اس کے قدموں کو چوم لیا کرتے تھے۔

یہ تھا اپنے نبی سے امام احمد رضا کا عشق ومحبت کہ کسی زائر مدینہ منورہ کے پاؤں بھی چوم لیا کرتے کہ یہ کوچۂ جاناں سے مس ہو کر آئے ہیں، ہاں یہ تھا نسبت کا احترام۔

وہ تو ایسا دماغ رکھتے تھے کہ سگِ طیبہ (مدینہ کے پہریدار) کے قدموں کو بوسہ دینا اپنی دنیا وآخرت کا سرمایہ سمجھتے تھے، اسی لئے لب کشا ہوئے۔

رضا کسی سگِ طیبہ کے پاؤں بھی چومے
تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے

امام احمد رضا محدث بریلوی کا یہ وہی عشق و محبت سے سرشار دل و دماغ تھا جس کی بنیاد پر ان کا نامِ نامی اسم گرامی ثنا خوانوں میں لکھا گیا اور وہ وقت کے زبردست بلبل رنگیں، سحر بیاں، طوطی نغمہ سرا، واصفِ شاہِ ہدیٰ، حسان الہند، عاشق رسول، مداح رسول اور مداحِ آلِ رسول جیسے مبنی بر حقائق القابات وخطابات سے جانے پہچانے گئے۔ واصفین اور ثنا خوانوں میں نام لکھوانے کا جذبہ تو دیکھئے۔ کہتے ہیں:

ہے بلبلِ رنگیں رضا یا طوطی نغمہ سرا
حق یہ کہ واصف ہے تیرا، یہ بھی نہیں، وہ بھی نہیں

فخرِ آقا میں رضا اور بھی ایک نظمِ رفیع
چل لکھا لائیں ثنا خوانوں میں چہرہ تیرا

ہاں امام احمد رضا کا یہی وہ وصفِ کمال ہے جس کی بناء پر نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں صبح و شام نعت گنگنانے والے بلبلِ باغِ مدینہ اور مرغِ غزل خواں بھی انہیں پسند کر لیتے، داد دیتے اور کہتے ہیں، اے رضا! آؤ، رسولِ پاک ﷺ کے رخِ پاک کا وصف اور ان کی نعت سناؤ، ہم تمہیں اس کام کیلئے یہ یہ چمن نذر کرتے ہیں، ان چمنستانوں میں بیٹھ کر اور مست بو ہو کر وصفِ رخِ پاک سناؤ۔

اے رضا! وصفِ رخِ پاک سنانے کیلئے
نذر دیتے ہیں چمن مرغِ غزل خواں ہم کو

یہ تو عنادلِ مدینہ کا عالم ہے ذرا عنادلِ باغِ جنت کو بھی دیکھئے کہ اس عندلیبِ گلشنِ رسالت حسان الہند کی بارگاہ میں کیا نذرانہ پیش کرتے ہیں:

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہدیٰ مجھے شوخیٔ طبعِ رضا کی قسم

حضرت رسول اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے امام احمد رضا کے عشق و محبت اور لگاؤ کا کیا کہنا، انہوں نے بعض شہزادگان رسول کے نور بار رخِ زیبا اور نورِ ہدایت سے سرشار کرنے والے جلوؤں کو ملاحظہ کیا تو پکار اٹھے۔

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور، تیرا سب گھرانہ نور کا

اس عاشق اور شیدائی آلِ رسول نے زندگی بھر آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا خوانی کرنا، ان کا خادم بنے رہنا اپنے لئے سرمایۂ حیات اور باعثِ افتخار سمجھا، خواہ نو محلّہ بریلی شریف کے آلِ رسول ہوں یا اجمیرِ معلیٰ کے، خواہ بلگرام شریف کے چشتی سادات کرام ہوں یا کالپی شریف کے قادری سادات فخام، مارہرہ مطہرہ کے شہزادگانِ رسول ہوں یا کچھوچھہ مقدسہ کے آلِ اطہار، اپنے سلسلے کے شہزادگان رسول مشائخ کرام کی تعظیم و توقیر اور منقبت و مدحت کا تو کہنا ہی کیا، خواہ وہ بغداد معلیٰ کے ہوں یا مارہرہ مطہرہ کے، ان کی مدح و ثنا کے قصیدے سے رضویات کے ورق ورق مہک اٹھے، مگر ان کے علاوہ یہ دیکھئے، پیر طریقت حضرت سید اشرفی میاں کچھوچھوی

(قدس سرہ العلی) کا امام احمد رضا کس قدر احترام کرتے اور ان کے تعلق سے مدح وستائش کے الفاظ اپنی زبان پر لاتے ہیں اس کا تذکرہ ایک مقام پر واضح لفظوں میں ملتا ہے، حضرت سید احمد اشرف میاں کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان کو اپنے احباب میں شامل فرماتے اور ان کا ذکر ''الاستمداد'' میں کرتے ہیں اور محدث اعظم حضرت سید محمد میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی بھی خوب قدردانی فرماتے اور کبھی دلنواز پیار ومحبت سے نوازتے، جس کا اعتراف خود محدث اعظم علیہ الرحمہ نے خطبۂ صدارت ناگپور میں کیا ہے، یہ سجادہ نشینِ آستانۂ بانسہ شریف حضرت سید شاہ غلام جیلانی علیہ الرحمہ ہیں، امام احمد رضا سفر حج پر ہیں، کامران پہنچے ہیں کہ آپ کی اور آپ کے افراد خانہ کی طبیعت ناساز ہو جاتی ہے، وظائف پڑھ کر رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دعا کرتے ہیں، اتنے میں سامنے سرکارِ بانسہ تشریف لا رہے ہیں، امام احمد رضا فرماتے ہیں، ''ان کی تشریف آوری فال حسن تھی، میں نے ان سے بھی دعا کو کہا، انہوں نے بھی دعا کی'' پھر کیا تھا، فضل الٰہی سے طبیعت بالکل ٹھیک ہوگئی (دیکھئے الملفوظ حصہ دوم ص ٦)

حضرت سیدنا خواجہ غریب نواز کے غلاموں کے غلام ان کے سلسلہ کے عظیم بزرگ صاحب سبعِ سنابل شریف آلِ رسول حضرت میر عبد الواحد چشتی بلگرامی ہیں، امام احمد رضا ان کے اس قدر معتقد ہیں کہ کئی اشعار ان کی شان میں کہہ گئے، ایک سید اور ولی اللہ کی مدح وثنا سے محظوظ ہونے کیلئے

آپ بھی ان اشعار کو ذہن وفکر میں بسا لیجئے،

رضا بریلوی عرض کناں ہیں:

اللہ اللہ! عز وشان واحترامِ بلگرام | عبدِ واحد کے سبب جنت ہے نامِ بلگرام
روزِ عرس آوارگانِ دشتِ غربت کیلئے | من وسلویٰ ہیں مگر خبز وادامِ بلگرام
آسماں عینک لگا کر مہر ومہ کی دیکھ لے | جلوۂ انوارِ حق ہے صبح وشامِ بلگرام
تھا "بما استحببت بلدہ" کا پاسخ بالکرام | مرکزِ دین مبیں ٹھہرا یہ نامِ بلگرام
یادگار ابتک ہیں اس گل کی بہارِ فیض کے | خندہ ہائے گل رخاں ولالہ فامِ بلگرام
لائی ہے اس آفتاب دیں کی تحویل جلیل | ساغر مارہرہ میں صہبائے جامِ بلگرام[1]

اسی لئے تو راقم الحروف نے کہا تھا کہ امام احمد رضا ایسے سعادت مند و مؤدّبِ بارگاہ ہیں کہ ہر سید زادہ خواہ حسنی ہو یا حسینی اور ہر فیض یافتہ، خواہ قادری ہو یا چشتی، سہروردی ہو یا نقشبندی، نسبتِ رسول کی بنیاد پر سب کا احترام کرتے اور ان کا خادم بننا اپنے لئے خوش نصیبی سمجھتے تھے کیا اس عاشق رسول کے شجرۂ شریفہ کا یہ دعائیہ شعر حاسدین کی نظروں سے نہ گزرا، وہ تو یوں عرض پرداز ہے:

دو جہاں میں خادمِ آلِ رسول اللہ کر | حضرتِ آلِ رسولِ مقتدیٰ کے واسطے

---

[1] اصح التواریخ ص ۹۲، مصنفہ تاج العلما حضرت مولانا سید محمد میاں قادری مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان۔ بحوالہ مقدمہ سبع سنابل شریف از پروفیسر ایوب قادری ص ۷۔

واضح رہے کہ امام اہل سنت کے یہ اشعار دستیاب حدائق بخشش حصہ اول و دوم میں نہیں ہیں، حضرت تاج العلماء نے امام احمد رضا کے قلمی بیاض کا حوالہ دیتے ہوئے اس کلام کو مذکورہ کتاب میں نقل فرمایا ہے، اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اگر تاج العلماء تک امام اہلسنت کا یہ کلام نہیں پہنچتا تو ان کے اور بہت سارے کلام اور بیاضوں کی طرح یہ بھی مرورِ زمانہ کی نذر ہو جاتا۔ عابد حسین قادری

بات آگئی ہے احترام نسبت کی تو اس کے جلوہ ہائے رنگارنگ کو دیکھتے چلئے، محبوب کے نام ونسبت، وقت وحالت، اس کے اصحاب وعترت (یعنی آلِ اطہار) کا احترام دیکھئے، یہ دیکھئے رضا بریلوی اپنے محبوب کے غلاموں اور ان شیدائیوں کے کفِ پا پر مٹتے نظر آتے ہیں، جو ان کے در پر مٹا کرتے ہیں نیز اس در کے غلاموں کو اپنے دردِ دل کی دوا سمجھتے ہیں، ملاحظہ ہو:

لب پہ کس منہ سے غمِ الفت لائیں، کیا بلا دل ہے الم جس کا سنائیں
ہم تو ان کے کفِ پا پر مٹ جائیں، ان کے در پر جو مٹا کرتے ہیں
اپنے دل کا ہے ان ہی سے آرام، سونپے ہیں اپنے انہیں کو سب کام
لو لگی ہے کہ اب اس در کے غلام، چارۂ دردِ رضا کرتے ہیں

ان کے ہر نام ونسبت پہ نامی درود ان کے ہر وقت وحالت پہ لاکھوں سلام
ان کے مولیٰ کے ان پر کروڑوں درود ان کے اصحاب وعترت پہ لاکھوں سلام

عشق نے اپنا جلوہ کہاں نہیں بکھیرا، ہر طرف اس کے جلووں کی تابانی نظر آرہی ہے، اس نے اپنی کرنوں کے گل بوٹے ہر طرف کھلائے ہیں، اور نسبت کے احترام پر مجبور کردیا ہے، وہ عاشق بریلوی ہے، مدینہ کی سرزمین پر قدم کے بل چلنا گوارہ نہیں کرتا سر کے بل چلنے کو اپنی قسمت کی ارجمندی سمجھتا ہے، وہ اس حرمِ پاک میں پہنچتا ہے تو دور ہی سے اپنے جوتے چپل اپنے پاؤں سے نکال لیتا ہے کہ محبوب کی گلی کوچے کو اپنے جوتوں سے روندنا یقیناً عشق کے خلاف ہے۔

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

احترامِ نسبت کا عالم تو دیکھئے عظیم شہزادگانِ رسول کے قصبہ مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ (یوپی) جب بھی امام بریلوی پہنچتے ہیں تو ریل گاڑی کے اسٹیشن پہنچتے ہی اپنے پاؤں سے جوتا نکال لیتے اور بغل میں رکھ لیتے ہیں۔

اس احترامِ نسبت کے حوالے سے وہ آلِ رسول شہزادۂ امام حسین حضرتِ خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتے، ان کا نام لیتے، ان کے فیوض و برکات کا چرچا کرتے اور کبھی ان کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں بلکہ ان کے پایہ کے ولی اللہ ہونے کے سبب سے بھی ان سے محبت کرتے اور ان کا احترام کرتے تھے۔

بہر صورت امام احمد رضا اپنے رسول صاحب لولاک ﷺ کے عشق و محبت کے توسط سے ان کے تمام اہل بیت کرام، آلِ اطہار، اور علماء و مشائخ کی بارگاہوں میں نثر و نظم کی شکل میں خراج عقیدت پیش کرتے نظر آتے ہیں، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نعت و مدحت کے ساتھ ان تمام محبوبوں کا بھی ذکر کسی نہ کسی طرح آپ کی حدائق بخشش اور دیگر کتابوں میں ضرور ملتا ہے، خواہ عائشہ صدیقہ ہوں یا خاتونِ جنت حضرتِ فاطمۃ الزہرا، خواہ ان کی اولاد سیدنا امام حسن ہوں یا سیدنا امام حسین، خواہ حسنی و حسینی اولادِ رسول حضور غوثِ اعظم ہوں یا حسینی آل رسول حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہم، کبھی ان کی مدح و ثنا کرتے اور کبھی ان کو وسیلہ بنا کر بارگاہِ رب العزت میں دعائیں کرتے ہیں، اس تعلق سے ”مشتے از خروارے“ کے طور پر امام

احمد رضا کے مجموعۂ نعت ومنقبت "حدائقِ بخشش" کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے، نسبت کی بہاریں دیکھئے، اور ذکرِ آلِ رسول کی خوشبوؤں سے اپنے کام و دہن کو معطر کیجئے۔

حضرتِ فاطمہ زہرا اور دیگر اہلبیت کی شانِ اقدس میں رضا بریلوی یوں کہتے ہیں:

پارہائے صحف، غنچہائے قدس اہلبیت نبوت پہ لاکھوں سلام

خونِ خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

اس بتولِ جگر، پارۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

سیدہ زاہرہ، طیبہ طاہرہ جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ایک سینہ تک مشابہ، اک وہاں سے پاؤں تک

حسنِ سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا

صاف شکلِ پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں

خطِ توأم میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

معدوم نہ تھا سایۂ شاہِ ثقلین اس نور کی جلوہ گہہ تھی ذاتِ حسنین

تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کیے آدھے سے حسن بنے ہیں، آدھے سے حسین

کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی

زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

خاص شہزادۂ رسول سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

وہ حسن مجتبیٰ، سید الاسخیا راکبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام

شہد خوارِ لعابِ زبانِ نبی چاشنی گیرِ عصمت پہ لاکھوں سلام

شہزادۂ گلگوں قبا سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توصیف،

اس شہیدِ بلا، شاہِ گلگوں قبا بیکسِ دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام

درِّ دُرجِ نجف، مہرِ برجِ شرف رنگ رومی شہادت پہ لاکھوں سلام

یاشہیدِ کربلا، یادافع کرب وبلا گلرخا شہزادۂ گلگوں قبا امداد کن

اے حسین! اے مصطفیٰ را راحتِ جاں، نورِ عین راحتِ جاں، نورِ عینم دہ بیا امداد کن

ترجمہ:۔ اے امام حسین! اے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے راحتِ جان اور نور عین میری جان کو راحت اور میری آنکھ کو نور عطا کیجئے اور میرے پاس آکر میری امداد کیجئے۔

سیدتنا حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ اور دیگر امھات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنھن

اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

سیّما پہلی ماں، کہفِ امن واماں حق گزارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام

بنتِ صدیق آرامِ جانِ نبی اس حریمِ برأت پہ لاکھوں سلام

یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ ان کی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام

شرکاءِ بدر واحد اور عشرۂ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم

جان نثارانِ بدر و احد پر درود | حق گزارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام
وہ دسوں جن کو جنت کا مژدہ ملا | اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سایۂ مصطفیٰ، مایۂ اصطفا | عزو نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل | ثانی اثنینِ ہجرت پہ لاکھوں سلام

خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر | اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
فاروقِ حق و باطل، امامِ الہدیٰ | تیغِ مسلولِ شدت پہ لاکھوں سلام

خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

درمنثور قرآن کی سلک بھی | زوجِ دو نورِ عفت پہ لاکھوں سلام
یعنی عثمان صاحبِ قمیصِ ہدیٰ | حلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام

شیرِ خدا حضرت مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مرتضیٰ شیرِ حق، اشجع الاشجعین | ساقیٔ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
شیرِ شمشیر زن، شاہِ خیبر شکن | پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

شہزادگانِ رسول، گلشنِ حسین کے مہکتے ہوئے پھول سید سجاد زین العابدین حضرت امام علی بن حسین، حضرت سید امام محمد باقر بن امام زین العابدین ، حضرت امام سید جعفر صادق بن امام باقر، حضرت سید امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق اور حضرت سید امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استغاثہ:

باقی اسیاد یا سجّاد یا شاہِ جواد — خضرِ ارشاد آدم آلِ عبا امداد کن

باقرا، یا عالم سادات، یا بحر العلوم — از علومِ خود بدفع جہلِ ما امداد کن

جعفر صادق بحق ناطق بحق واثق توئی — بہرِ حق مارا طریقِ حق نما امداد کن

شانِ علما، کانِ علما جانِ سلما السلام — موسیٰ کاظم جہاں ناظم مرا امداد کن

ضامنِ صامن رضا برمن نگاہے از رضا — خشم را شایانم وگویم رضا امداد کن

شہزادۂ رسول غوثِ اعظم سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السامی کی شان میں،

غوثِ اعظم امام التقیٰ والنقیٰ — جلوۂ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام

جس کی منبر ہوئی گردنِ اولیاء — اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

یاولی الاولیاء ابنِ نبی الانبیاء — اے کہ پایت بر رقابِ اولیاء امداد کن

عزّنا، حرزنا، یا کنزنا، یا فوزنا — لیثنا، یا غیثنا، یا غوثنا امداد کن

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا — اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

شہزادگانِ رسول اولادِ غوثِ اعظم حضرت سید عبدالرزاق، نصر ابوصالح اور ابونصر محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

یا ابن ھٰذا المرتجٰی! یا عبد رزاق الوریٰ — تا کہ باشد رزق ما عشق شما امداد کن

یا اباصالح! صلاحِ دیں واصلاحِ قلوب — فاسدم گلزار در جوشِ ہوا امداد کن

جانِ نصری یا محی الدین فانصر وانتصر — اے علی اے شہرِ یارِ مرتضیٰ امداد کن

کالپی شریف ضلع کانپور (یوپی) کے آلِ رسول حضرت سید محمد کالپوی

حضرت میر احمد کالپوی حضرت سید شاہ فضل اللہ کالپوی علیھم الرحمۃ والرضوان

یا محمد، یا علم واثر زدستِ غفلتم اے کہ ہر موئے تو درذکرِ خدا امداد کن

اے بنامت شیرۂ جاں شد نبات کالپی احمدا نوشیں لبا شیریں ادا امداد کن

شاہِ فضل اللہ یاذو الفضل یا فضلِ الہ چشم در فضلِ تو بست ایں بینوا امداد کن

شہزادگانِ رسول سادات مارہرہ مطہرہ، صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی، حضرت سید حمزہ عینی، حضرت سید آلِ احمد اچھے میاں، حضرت سید آلِ رسول احمدی، حضرت سید ابو الحسین احمد نوری مارہروی قدست اسرارھم

شاہِ برکات و برکات پیشینیاں

نو بہارِ طریقت پہ لاکھوں سلام

شاہِ برکات اے ابو البرکات اے سلطانِ جود

بارک اللہ اے مبارک بادشاہ امداد کن

عشقی اے مقتولِ عشق اے خوں بہایت عین ذات

اے زجاں بگزشتہ جاناں واصلا امداد کن

سید آلِ محمد، امام الرشد گلِ روضِ ریاضت پہ لاکھوں سلام

بے خداوٗ باخدا آلِ محمد مصطفیٰ

سیدا حق واجدا یا مقتدیٰ امداد کن

حضرتِ حمزہ شیرِ خدا و رسول　　زینتِ قادریت پہ لاکھوں سلام

اے حریمِ طیبہ توحید را کوہِ احد　　یا جبل! یا حمزہ، یا شیرِ خدا! امداد کن

نام و کام و تن و جان و حال و مقال　　سب میں اچھے کی صورت پہ لاکھوں سلام

یا ابوالفضل، آلِ احمد اچھے میاں　　شاہ شمس الدین، ضیاء الاصفیاء امداد کن

نورِ جاں عطر مجموعۂ آلِ رسول　　میرے آقائے نعمت پہ لاکھوں سلام

تاجدارِ حضرتِ مارہرہ یا آلِ رسول

اے خدا خواہ وجدا از ما عدا امداد کن

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آلِ رسول

خوشا سرے کہ کنندش فدائے آلِ رسول

زیب سجادہ ، سجاد نوری نہاد　　احمدِ نور طینت پہ لاکھوں سلام

اے رضا یہ احمدِ نوری کا فیضِ نور ہے

ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

شہزادگانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہار دیکھنے کی تمنا بھی کیا خوب ہے، رضا بریلوی عرض پرداز ہیں:

اللہ! ہم بھی دیکھ لیں شہزادوں کی بہار　　سونگھے گلِ مراد مشامِ ابوالحسین

مقامِ چشت جو مشائخِ چشت کا مسکن و بارگاہ عالی ہے اور جس کی طرف منسوب ہو کر حضرتِ خواجہ غریب نواز معین الدین حسن اجمیری قدس سرہ

چشتی کہلاتے ہیں، اس کا اچھوتے انداز میں استعمال رضا بریلوی کے کلام میں یوں ملاحظہ کیجئے۔

بوئے کبابِ سوختہ آتی ہے مے کشو　　چھلکا شرابِ چشت سے جامِ ابوالحسین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیامت تک کی آل اطہار و عبادت گزار بندگانِ خدا

باقی ساقیانِ شرابِ طہور　　زینِ اہلِ عبادت پہ لاکھوں سلام

اور جتنے ہیں شہزادے اس شاہ کے　　ان سب اہل مکانت پہ لاکھوں سلام

ان کی بالا شرافت پہ اعلیٰ درود　　ان کی والا سیادت پہ لاکھوں سلام

اولیائے کرام اور علمائے عظام کی شان میں

کاملانِ طریقت پہ کامل درود　　حاملانِ شریعت پہ لاکھوں سلام

یا خدا تجھ تک ہے سب کا منتہیٰ　　اولیاء کو حکمِ نصرت کیجئے

بہرِ مردانِ رہبت اے بے نیاز　　مرد ماں در خواب ایشاں در نماز

امت محمد صلی اللہ تعالیٰ صاحبھا یعنی تمام اہلسنت کے ساتھ امام احمد رضا کی محبت، ان کے ساتھ خیر خواہی اور ان پر لاکھوں سلام کی دلکشی ملاحظہ کیجئے:

بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب　　تا ابد اہلسنت پہ لاکھوں سلام

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں　　شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

(نوٹ) اس اقتباس میں بعض سادات کرام کا ذکر استطر ادا ہے۔

دعوتِ انصاف

اہلِ انصاف مسلمان فیصلہ کریں کہ وہ امام احمد رضا محدث بریلوی جونسبتِ رسول ﷺ کا اس قدر احترام کرتے ہوں، جملہ آلِ رسول ﷺ کا ذکرِ خیر کے ساتھ کرتے ہوں، نام بنام یا اجمالاً ان کی مدح وثنا کرتے ہوں ''اور جتنے ہیں شہزادے اس شاہ کے، ان سب اہل مکانت پہ لاکھوں سلام'' کہہ کران تمام کی تعظیم کرتے ہوں، کبھی اپنے کلام میں ''یہ چشتی سہروردی، نقشبندی'' اور ''مزرع چشت و بخارا وعراق واجمیر'' کا ترانہ گنگناتے ہوں، کبھی ''خواجۂ ہنداں'' اور ''شہہِ کیواں جناب'' سے حضرت خواجہ غریب نواز (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یاد کرتے ہوں، کبھی یہ اعترافِ حقیقت کرتے ہوں کہ ''حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در سے بہت فیوض و برکات ملتے ہیں'' کبھی ان کی شانِ اقدس میں گھنٹوں تقریر کرتے ہوں، وہ فاضل بریلوی جو حج کی واپسی میں اپنے وطن مالوف پران کے دربار اقدس میں حاضری کو ترجیح دیتے ہوں، کبھی ان کے نگر کی خاک چھانتے ہوں اور کبھی خواب میں ان کے دربارِ عالی کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے ہوں، وہ امام اہلسنت جنہیں تیرہ سلاسل کے ضمن میں سلسلۂ چشتیہ قدیمہ و جدیدہ کی بھی اجازت و خلافت حاصل ہو اور وہ اسے اپنے لئے باعث سعادت وافتخار بھی سمجھتے ہوں، پھر اس مقدس سلسلہ کی اجازت و خلافت

علمائے مکہ و مدینہ (زادھما اللہ شرفاً و عدلاً) کو دی ہو، (جیسا کہ الاجازات المتینہ میں ہے) نیز اپنے دونوں شہزادے حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتیٔ اعظم اور دیگر خلفائے کرام قدست اسرارہم کو دی ہو، وہ عاشق بریلوی جو حضرت خواجہ کا ذکر جمیل بار بار کرتے ہوں اور نہایت ممنونیت کے ساتھ کرتے ہوں، وہ اعلیٰ حضرت جو حضرت خواجہ کا دفاع اور آپ پر انگلی اٹھانے والے کو دندانِ شکن جواب دیتے ہوں، ان کے بارے میں حاسدین کا یہ الزام لگانا کہاں تک درست ہے کہ ''امام احمد رضا محدث بریلوی نے حضرت خواجہ غریب نواز کی مدح سرائی نہیں کی'' یا ''وہ حضرت خواجہ سے بغض ونفرت رکھتے تھے''؟

انصاف کو آواز دو انصاف کہاں ہے؟

''ذیل المدعا لاحسن الوعا'' کی اس عبارت کو پھر سے نظروں کے سامنے لائیے، جس میں امام احمد رضا قدس سرہ محبوبِ سبحانی، قطبِ ربانی، پیرلاثانی حضور غوثِ اعظم، سلطان الاولیاء شہنشاہِ ہند حضرت خواجہ غریب نواز، سلطان المشائخ حضرت محبوبِ الٰہی اور دیگر محبوبانِ الٰہی (رضی اللہ تعالیٰ عنھم) کے ذکرِ جمیل کے بعد عرض پرداز ہوئے:

''الٰہی! صدقہ اپنے محبوبوں کا ہمیں دنیا و آخرت و قبر و حشر میں اپنے محبوبوں کے برکات بے پایاں سے بہرہ مند فرما۔ آمین''۔

بلاشبہ اس عبارت میں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی نے

حضرت خواجہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم وارضاھم عنا کو وسیلہ بنا کر بارگاہِ الٰہی میں برکاتِ بے پایاں کی دعا کی ہے، لہذا گدائے قادری، اسیرِ مفتی اعظم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تمام آلِ اطہار کے توسط سے جن کا ذکر فتاویٰ رضویہ، حدائق بخشش، ذوقِ نعت، سامانِ بخشش، ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت احسن الوعاء، ذیل المدعا، اور اس کتاب میں ہوا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں اس کے تمام محبوبوں کو وسیلہ بنا کر، اس کے اسماء حسنیٰ، اس کی کتابِ قدیم اور دین اسلام کے طفیل محبّ خدا، عاشق رسول امام احمد رضا کے الفاظ میں یہ دعا کرتا اور دنیا و آخرت میں کفایت کرنے والے ایک قرآنی کلمہ "حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ" [1] پر کتاب کو ختم کرتا ہے، کیوں کہ اس رب جلیل سے بہتر ہمارا کوئی مولیٰ و مددگار نہیں، وہی بہترین کارساز ہے، بلکہ اس کے برابر کوئی نہیں، وہی تھا، وہی ہے، وہی رہے گا، اس کے سوا کچھ نہیں، ہاں یہاں بھی رسولِ

---

[1] اس کے معنیٰ ہیں "اللہ ہمارے لئے کافی ہے، اور وہ بہترین مالک و کارساز ہے" یہ وہ کلمہ ہے کہ جب حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نارِ نمرود میں ڈالا جانے لگا تو آپ نے اسے پڑھا، اس کی برکت سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے آپ کیلئے ٹھنڈا اور سلامتی کردیا، ہاں! یہی وہ کلمہ ہے جسے ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے اس وقت پڑھا جب انہیں کفار مکہ نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ ان پر حملہ کرنے کی خبر بھیجی، پھر کیا تھا ادھر انہوں نے یہ کلمہ پڑھا اور ادھر کفایت فرمانے والے بہترین کارساز نے ان کے دلوں کو سکون و اطمینان بخش دیا اور دشمنوں کے شر سے نجات بھی، کاش ہم سب کو بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے طفیل روزانہ چار سو پچاس (۴۵۰) بار اسے پڑھنے کی توفیق مل جائے (اول و آخر درود کے ساتھ) اور موت کے وقت بھی دل کی موافقت کے ساتھ زبان پر جاری رہے تو حضور مفتی اعظم کی سنت ادا ہو جائے، دنیا و آخرت کے سب کام بن جائیں اور خاتمہ بالخیر بھی حاصل ہو جائے، آمین یارب جلیل بحق "حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ"

اکرم ﷺ کی آلِ باصفا سے توسل ضرور ہے۔

اس لئے رضا کا عشقِ رسول وآلِ رسول قابلِ داد ضرور ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ملاحظہ ہو:

اے کریم! کارساز بے نیاز	دائم الاحسان، شہِ بندہ نواز
اے خدا! بہرِ جنابِ مصطفیٰ	چار یارِ پاک وآلِ باصفا
پرکن از مقصد تہی دامانِ ما	از تو پذیرفتن ز ما کردن دعا
کیست مولائی بہ از رب جلیل	حَسْبُنَا اللّٰهُ رَبُّنَا نِعْمَ الْوَكِيْلُ

(حدائق بخشش حصہ دوم)

(ترجمہ: اے کرم فرمانے والے، اے کام بنانے والے، اے ہمیشہ احسان فرمانے والے، اے بندوں کو نوازنے والے۔ اے ہمارے خدا! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، ان کے چار یارِ پاک خلفاے راشدین اور ان کی آل باصفا کے وسیلے سے ہمارے خالی دامنوں کو گوہر مراد ومقصد سے بھر دے۔ ہماری طرف سے یہ دعا ہے اور تیری طرف سے اس کا قبول کرنا۔

رب جلیل و بزرگ سے بہتر میرا کون مالک و مولیٰ ہے، اللہ رب العزت ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ (حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ)

اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پہلے ایڈیشن کے منظر عام پر آنے کے بعد معترضین کا منہ بند ہو چکا۔ اب کہیں سے اس طرح کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کی مدح وستائش کے حوالے سے آئندہ بھی ان شاء اللہ! یہ کتاب نہایت مفید و کار آمد ثابت ہو گی۔

اعتذار

بار بار پروف ریڈنگ کے باوجود کمپوز میں غلطیاں ضرور ملیں گی۔ جس طرح مقام غوثِ اعظم اور امام احمد رضا اور دیگر کاوشوں میں بھی خامیاں رہ گئی ہیں، شرعی خامیوں سے میں توبہ کرتا ہوں۔ نیز اس کتاب کی کچھ تصحیح کر دی گئی ہے۔ لہٰذا پہلے نسخہ والے اسی اعتبار سے تصحیح کر لیں۔ پاکستان اور افریقہ کے بعض احباب نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کر کے وہاں سے شائع کیا ہے۔ وہ بھی آئندہ تصحیح کرا کر شائع کریں۔

اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے اور دیگر خامیوں کے حوالے سے بھی تمام قارئین کی بارگاہ میں معذرت خواہ ہوں۔

قابل توجہ امر

جامعہ فیض العلوم آپ کا محبوب ادارہ ہے جو قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی یادگار ہے اور حضرت ڈاکٹر مولانا غلام زرقانی صاحب کے زیرِ اہتمام روز افزوں ترقی پر ہے، درحقیقت یہ دین کا عظیم قلعہ ہے، جسمیں کافی طلبہ کی دینی تعلیم ہوتی ہے، اور ان کے خورد ونوش کا معقول انتظام رہتا ہے۔ اس لیے آپ زکوٰۃ، فطرہ وغیرہ کی رقم اس کے پتے پر ضرور ارسال کر کے ثوابِ دارین حاصل کریں۔

یا اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات حسنین کریمین، حضور غوث اعظم ، حضور خواجہ غریب نواز، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، حضور مفتی اعظم ، حضور حافظ ملت رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور ہمارے پیر و مرشد حضور عزیز ملت قبلہ دامت برکاتھم العالیہ کے طفیل ہمیں اور ہمارے والد گرامی جناب عمر علی عزیزی صاحب اور والدہ مکرمہ کمیلہ بی بی صاحبہ کو دنیا اور آخرت کی بھلائیاں عطا فرما، صحت و عافیت عطا فرما، کاروبار میں برکتیں عطا فرما اور ہمارے دادا اور دادی کی بلکہ سارے مسلمانوں کی مغفرت فرما۔ آمین

نیاز انصاری عزیزی

مقام چوڑا بستی، سرائے کیلا کھرساواں (جھارکھنڈ)

مُرتّب کی دیگر کتب

- مقام غوث اعظم اور امام احمد رضا
- مفتی اعظم کی استقامت و کرامت
- وظائف امام احمد رضا
- مشکل کشا نمازیں
- ملک العلما حیات و خدمات
- علامہ ازہری حیات و شخصیت
- جہانِ حجۃ الاسلام (زیر طبع)
- حیات علامہ سبطین رضا بریلوی (زیر طبع)

AL-MAJMA'AUL QADRI
FAIZ-UL-ULOOM
DHATKEDEEH, POST, BISTUPUR, JAMSHEDPUR